

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مِنْ مَوْجِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

انوار مع مائتہ علوم

لاہور

جنوری 1953ء

سُنیّت حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب دت فیوضہم
ذمتہم حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ
نگران حضرت مولانا مولوی حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی دت فیوضہم
شیخ التفسیر والحديث جامعہ اشرفیہ
مدیر احقر محمد نجم الحسن تھانوی غفرلہ

جامعہ اشرفیہ لاہور کا دینی اور علمی ترجمان

مسلمانانِ راہِ رحمان را نبیوم
وہم روانِ راہِ شیطان را نبیوم

انوار المعہد لاہور

مسلمانانِ راہِ رحمان را نبیوم
آنکہ دارد نام "انوار المعہد"

نمبر	مضمون	☆	فہرست مضامین	☆	صاحب مضمون	صفحہ
جلد ۱	بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۵۳ء	نمبر ۱۰				
۱	معارف القرآن	...	حضرت مولانا محمد ادريس صاحب کاندھلوی مدظلہم	...	۱	
۲	الکلام الحسن	...	حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدظلہم	...	۲۵	
۳	قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے؟	...	شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ	...	۳۳	
۴	معجزات (نظام)	...	حضرت مولانا جمیل احمد صاحب تھانوی	...	۴۵	
۵	میمیۃ المدیح (تصیلہ عربی مترجم)	...	حضرت مولانا محمد ادريس صاحب کاندھلوی مدظلہم	...	۴۹	
۶	ایک مکتوب	...	مدیر	...	۵۵	

معارف القرآن

(از حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب مکتبہ اشرفیہ التفسیر الہدیت جامعہ شریفہ)

وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ

ادرجب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو کہا ہم نے مار اپنے عصا سے

الْحَجَرُ ط فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَ نَاحِيَةً ط وَقَدْ عَلِمَ

پتھر کو پتھر بہ نکلے اس سے بارہ جیسے پہچان لیا

كُلُّ أَنَاثٍ مِّمَّنْ شَرَعَ بَهُمْ ط كُلُّوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ

ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو روزی اللہ کی

وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

اور نہ پہرہ ملک میں فساد مچاتے

(رابطہ) گذشتہ آیات میں آسمانی خوراک یعنی مین سلوی کا ذکر خطاب ان آیات میں غیبی پانی اور غیبی شیموں کا ذکر فرماتے ہیں کہ جو موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ظاہر ہوئے۔ کھانے کے بعد پانی درکار ہوتا رہا۔ پھر لطف یہ کہ جس طرح کھانا بطور خرق عادت عطا فرمایا اسی طرح پانی بھی بطور خرق عادت عطا فرمایا تاکہ خداوند ذوالجلال کی قدرت اور کلیم الہی اعجاز نبوت و رسالت ظاہر ہو کر قلوب کے لئے موجب کینت و طمانینت ہو اور اس غیبی طعام و شراب کے استعمال کی حالت در نہ ہو

نظم العام و ہم۔ وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ط وَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَ نَاحِيَةً ط وَقَدْ عَلِمَ كُلُّ أَنَاثٍ مِّمَّنْ شَرَعَ بَهُمْ ط كُلُّوا وَاشْرَبُوا مِنْ رِزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ

اور یاد کرو اُس وقت کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے استسقاء کی دعا کی اور خدا

اپنی قوم کے لئے خدا سے پانی مانگا۔ یہ قصہ بھی میدان تنبیہ کا ہے۔ جب بنی اسرائیل پیاسے ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہ سے بنی اسرائیل کے لئے پانی کی دعا مانگی۔ پس کہا ہم نے مار لے موسیٰ اپنے عصا سے پتھر پس خوب رواں ہو گئے اور خوب بہ نکلے موسیٰ علیہ السلام کے مارنے سے بنی اسرائیل کے

بارہ خاندان کے مطابق بارہ چشمے۔ تحقیق خوب جان لیا ہر گروہ نے اپنا اپنا گھاٹ۔ اس آیت میں
 شانہ نے فانی فرمایا جسکے معنی خوب رواں ہو جانے کے ہیں اور سورہ اعراف میں فانی جسکے
 جسکے معنی رستے اور غلط راہوں پر پانی نکلنے کے ہیں۔ عطا فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اس پتھر پر یا
 عصا مارے جس پر عجب پر عورت کے پستان کے مثل یکے شنی ظاہر ہوتی پھر اس سے پانی برستا
 اسکے بعد وہ رواں ہوتا اور خوب بہتا (معالم القنزل) ۱۲ امام رازی فرماتے ہیں ممکن ہے کہ
 ضرورت زیادہ ہوتی ہو اس وقت زیادہ بہتا ہو اور جب ضرورت کم ہوتی ہو تب تھوڑا بہتا ہو
 یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کا متعدد اعتبارات سے معجزہ تھا۔ اول تو پانی کا پتھر سے نکلنا۔ دوم
 چھوٹے پتھر سے اس قدر کثیر پانی کا نکلنا۔ تیسرے یہ کہ پانی کا بقدر حاجت نکلنا۔ چوتھے یہ کہ
 کے مارنے سے پانی کا یہ پڑنا۔ پانچویں یہ کہ ضرورت پوری ہو جانے پر پانی کا بند ہو جانا۔ ان
 سے یہ واقعہ قدرت الہیہ کا ایک خاص نشان اور موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ اور اسکے
 بنی اسرائیل کے لئے ایک عظیم الشان نعمت تھی کہ جسکے بغیر حیات اور زندگی کا بقا ناممکن ہے
 کسی مشقت کے عطا فرمائی۔

ف موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا و استسقاء حاصل بنی قوم کے لئے تھی اسلئے صرف پتھر سے پانی
 کیا گیا۔ بخلاف بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء کرام کے کہ انہوں نے خاص
 قوم کے لئے استسقاء کی دعا نہیں کی بلکہ تمام جہان کے لئے پانی مانگا اسلئے آسمان سے پانی برسا
 اور اس باران رحمت سے مومن اور کافر دوست اور دشمن سب ہی منتفع ہوئے۔

ف موسیٰ علیہ السلام کا استسقاء کے لئے فقط دعا و پیر الکتفا فرمانا مسئلہ استسقاء میں
 اعظم قدس اللہ سرہ کے مسلک کی تائید کرتا ہے کہ استسقاء کے لئے خاص نماز ضروری اور
 نہیں۔ فقط دعا و پیر بھی الکتفا کیا جاسکتا ہے۔ نماز استسقاء سنت ہے واجب نہیں۔

اور کہا ہم نے بنی اسرائیل سے کہاؤ اور یہو۔ تم اللہ کے خاص رزق سے جو اللہ تعالیٰ
 طور پر بغیر ظاہری اسباب کے توسط کے تم کو عطا فرمایا ہے اور دل و جان سے اللہ کا شکر
 اور اللہ کا رزق کہا کر اس کی معصیت اور نافرمانی پر دلیر مت بنو۔ اور زمین میں فساد مچا

اور پھیلانے نہ پہرو

وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى كُنْ نَصِيْرًا عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا

اور جب کہاتم نے اے موسیٰ ہم نہ نہیں گے ایک کھانے پر سو بیکار ہونے واسطے
رَبِّكَ يَخْرُجُ لَنَا مِمَّا تَنْتَدِيْ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَآئِهَا وَ

اپنے رب کو کہ نکال دے ہم کو جو اگتا ہے زمین سے
فُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَالِهَا قَالَ اَتَتَّبِعُ لَوْنِ الَّذِي

گیوں اور مسور اور پیاز بولا کیا تم لیا جاتے ہو ایک چیز
هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ اَوْ هَبْطُوْا مَصْرًا اِنْ لَكُمْ مَّمَّا

جو ادنیٰ ہے بدلے ایک چیز کے جو بہتر ہے اترو کسی شہر میں تو تم کو ملے گا جو
سَالْتُمْ وَخُزِبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلٰلَةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاۗءُوْ

مانگتے ہو اور ڈالی گئی اُن پر ذلت اور محنت اسی اور کمالائے

ف لَا تَقْتُوْا عَنِّيْ سَے مشتق ہے جسکے معنی سخت فساد مچانے کے ہیں۔ یعنی مفسد اور فساد

تو تم پہلے ہی سے ہو مگر نیز اس فساد کو تم اپنی ہی ذات تک محدود رکھا۔ اس میں اور کسی قسم کا اضافہ نہ کرو
اور نہ لوگوں میں اسکو پہنلاؤ۔

رابطہ۔ یہاں تک ہی تعالیٰ شانہ نے اپنے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمایا آئندہ نبی اسرائیل کی شرارتوں

اور عداوت خفیہ اور انبیاء اللہ کے ساتھ اُنکے تعنت اور عناد کو بیان فرماتے ہیں کہ جس قدر ہماری طرف سے اُن
پر نعمتیں برتی ہیں اسی قدر اُنکے غرور و کبر و کشری میں اضافہ ہوتا رہا اور پھر اس سلسلہ میں سب سے پہلی شہادت جو
ذکر فرمائی تو وہ کفران نعمت اور اُنکی طبعی دنائت اور خست کی ذکر فرمائی کہ جو سیس کو نفیس پر ترجیح دینے کا
باعث بنی۔

ذکر شناع بنی اسرائیل و بیان تعنت ایشان بانبیاء ربّ جلیل

شناع اول کفران نعمت بنا بر دنائت و خساست
وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى كُنْ نَصِيْرًا عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا مِمَّا تَنْتَدِيْ الْاَرْضُ

بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ

بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذَٰلِكَ

مَعَ عَصَاكَ كَانُوا يَعْتَدُونَ

کہ بے علم تھے اور حد پر نہ رہتے تھے

مِنْ بَقَائِهِمْ وَقَتْلَآئِهِمْ وَأَعْدَٰسَهُمْ وَبَصِلَهُمْ قَالِ اتَّخَذْتُمُ اللَّذِي هُوَ

أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ أَهْبَطُوا مَصْرًا فَإِن لَّكُمْ مَّا سَأَلْتُمُ

أَوْ يَارَسُولَ اللَّهِ كَمَا خُطِّبَ كَرْتَنَ۔ پھر یہ کہ تمہارا یہ کہنا کہ تَصْبِرَ (ہم ہرگز صبر نہ کریں گے) خود تمہاری اندر

شرارت کی خبر دے رہا ہے کہ صبر اور تحمل کرو تو سکتے تھے مگر قصدِ ہرگز ایسا نہ کریں گے۔ ورنہ اگر حقیقتِ صبر کی طاقت

ہی نہ تھی تو یہ کہنا تھا کہ نستطيع الصبر یعنی ہم میں صبر کی طاقت نہیں بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ بصر کہ اللہ

کی نعمت کو قبول کرتے اور پھر بعد ادب رب العزة سے یہ درخواست کرتے رَبَّنَا آفِرْجْ عَلَيْنَا صَبْرًا اے اللہ

ہم تیرے عاجز اور ناتواں بندے ہیں ہکو صبر اور تحمل عطا فرما

غرض یہ کہ تمہیں موسیٰ علیہ السلام کا نام لیکر یہ کہا کہ ہم ایک قسم کے کہانے پر ہرگز صبر نہ کریں گے۔ اس لئے آپ

ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ نکالے ہمارے واسطے ان چیزوں میں سے کہ جنگوز میں اگاتی ہے

ساگ اور لکڑی اور گہوؤں اور مسور اور پیاز۔ بنی اسرائیل کا موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہنا کہ آپ اپنے رب

سے دعا کیجئے اس کلام سے بیگانگی کی بو آتی ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کے رب

ہیں ان کے رب نہیں۔ اس طرح کیوں نہ کہا فادع لنا ربنا اے موسیٰ علیہ السلام ہمارے لئے ہمارے رب سے

دعا کیجئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم ادنیٰ چیز کو بہتر اور نہایت عمدہ شے کے بدل میں لینا چاہتے ہو

انتہا نہیں سمجھتے کہ مسور اور وہ پیاز کہ جسکی بو سے ملائکہ اللہ کو نفرت پیاز کہانے والے کو بیوت اللہ کے

پاس کی بھی حالت۔ پہلا ایسی چیزوں کو من اور سلوی سے کیا نسبت۔ پھر یہ کہ من و سلوی براہ راست خدا
عز وجل کا آسمان سے اُتارنا ہوا رزق ہے۔ دنیا میں کمانے کی محنت اور مشقت نہیں اور آخرت میں اس پر
کوئی حساب نہیں۔ خیر اگر تم اپنی پست مہمتی اور طبعی دنائت سے اس بہترین رزق کے بدل میں ایک ادنیٰ
اور معمولی ہی چیز لینا چاہتے ہو تو کسی شہر میں جا کر انرویس تمہارے لئے ہو گا جو تم مانگتے ہو

ف ہبوط لغت میں بلندی سے پستی کی طرف آنے کو کہتے ہیں۔ انسان جب تک سفر میں رہتا ہے تو
علی العموم سواری پر سوار رہتا ہے جب شہر میں پہنچتا ہے تو سواری سے اتر کر قیام کرتا ہے اسلئے سفر سے
شہر میں واپس آنے کو ہبوط اور نزول اور فروکش ہونے سے تعبیر کرتے ہیں اور اس لفظ میں ایک معنی ہبوط
کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بلند حالت سے پست حالت کی طرف نزول کیا اور اعلیٰ رزق سے ادنیٰ رزق کی
طرف تنزل اختیار کیا۔ وَضِعَ بَنَتُ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةَ وَالْمُسْكِنَةَ وَابَاؤُاِغْضَبُوا مِنَ اللَّهِ ط اور
خیمہ کی طرح ذلت اور رسوائی بپا کر گی اور بے لوائی اُنپر لگا دی گئی خیمہ کی طرح ذلت اور بے لوائی نے اُنکو
ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ یا اس طرح کہنے کہ ذلت اور مسکنت کی مہر اُنپر لگا دی گئی کہ اب وہ کسی طرح اُن
سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ یہود جہاں بھی ہیں وہاں دوسروں کے محکوم اور باج گذار ہی ہیں۔ یہ ذلت ہوئی
دوسروں کی نظر میں ذلیل ہوئے اور مسکنت یہ کہ خود انکی طبیعت میں دنائت اور پستی پیدا ہو گئی۔ سرکاری
محاصل کے خوف سے ہمیشہ اپنے کو مسکین اور فقیر ظاہر کرتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے مال کو چھپانے کی کوشش کرتے
ہیں اور اس ذلت اور مسکنت سے بڑھ کر یہ ہے کہ اللہ کے غضب کو کمایا کہ جسکو کوئی برداشت نہیں کر سکتا
ذَلِكَ يَأْتِيهِمْ كَأَنُؤَايَكْفُرُونَ يَا أَيُّهَا اللّٰهُ وَلَقَدْ تَوَدَّ النَّبِيُّ بَعِيْرَ الْحَقِّ ط یہ ذلت اور مسکنت
اور خدا کا غضب اسلئے ہو کہ وہ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور خدا کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے
تھے یعنی خود بھی اُن کے قتل کو ناحق سمجھتے تھے اور اُنکے نزدیک بھی حضرات انبیاء کے قتل کی کوئی وجہ
نہ تھی محض عناد اور کشری اسکا باعث ہوئی۔ انبیاء اللہ کا قتل ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہو اُنکے جرم کی شدت
بتلانے کیلئے بطور تاکید بغیر ناحق کا لفظ ذکر کیا گیا۔ جیسا کہ رَبِّ اَحْكُمْ بِالْحَقِّ (رے پروردگار حق کیطابق
حکم دیجئے) اس آیت میں بِالْحَقِّ کا لفظ محض تاکید کیلئے ہے۔ یہ مقصد نہیں کہ معاذ اللہ اللہ کے حکم کی
دو قسمیں ہیں۔ ایک حق اور ایک ناحق۔ اسلئے کہ حق تو الٰہی شانہ کا حکم ہمیشہ حق ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح
انبیاء اللہ کا قتل بھی ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے۔ یہود بے بہبود کے جرم کی شدت بیان کرنے کے لئے

بغیر الحقی کا لفظ محض تاکید کے لئے پڑایا گیا حاشیہ مطلب ہرگز نہیں کہ انبیاء کا قتل کبھی حق ہوتا ہے
اور کبھی ناحق۔ یا بعنوان دیگر اس طرح سمجھئے کہ بغیر الحقی سے ظلم اور تعدی مراد ہے۔ یعنی سوائے ظلم اور
تعدی اور سوائے جور و ستم اور سوائے تعدی اور سرکشی کے اور کوئی امر انبیاء کے قتل کا باعث نہ تھا حضرات
انبیاء نے تو انکو حق کی دعوت دی اور نصیحت کی اور فلاح دارین کی طرف بلایا اور ان لوگوں نے ان کا
مقابلہ کیا۔

تلاصیر کہ یہ لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے اور پیغمبروں کو قتل کرتے تاکہ رشد اور ہدایت کا سلسلہ
ہی منقطع ہو جائے اور فیض عام کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ اسلئے ذات مسکنت اور غضب الہی کے مورخ
عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
سب زائد سخت عذاب والا قیامت کے دن وہ شخص ہو گا کہ جسکو کسی نبی نے قتل کیا یا اسنے کسی نبی کو قتل
کیا۔ یا کسی گمراہی کا پیشوا یا تصویر بنانے والا (مسند احمد)

ف عبد اللہ بن عباس اور حسن بصری فرماتے ہیں جن پیغمبروں کو حق جل شانہ نے کافروں سے
جہاد اور قتال کا حکم دیا انہی سے دشمنوں کے مقابلہ پر فتح و نصرت کا وعدہ کیا کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَنَنْصُرُ
رُسُلَكَ وَبِغَيْرِ صِدْقِ اللّٰهِ وَعِدَةٍ وَلَنْصُرَ عَبْدَكَ وَنَهْزِمُ الْاَكْثَرِ اب وَحَدَّكَ مَصْدَاقِ بَنِي وَہ کبھی دشمنوں
کے ہاتھ سے مقتول نہیں ہوئے اسلئے کہ حق جل شانہ کا انکو جہاد کا حکم دینا پھر انکی حیانت اور حفاظت
نہ فرمانا بظاہر شانِ حکمت کے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ ایسے حضرات ہمیشہ مظفر و منصور اور ان کے دشمن
ہمیشہ غائب و خاسر ہوئے اور جن پیغمبروں کو جہاد و قتال کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ان سے حق جل و علانے
کوئی نصرت اور نصرت کا وعدہ فرمایا ان میں سے جسکو چاہا جام شہادت پلایا۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت سر دوستان سلامت کہ تو خیر آرزائی
تاکہ انکے مدارج اور مراتب میں عزت اور وجاہت میں قربت الہی اور رفعت شان میں اضافہ ہو۔ اور انکے
دشمنوں پر ذلت اور مسکنت خواری اور عوامی گدائی اور عینونی کی مہر لگے کہ انی روح البیان و جامع الاحکام
لل امام القرطبی رحمہ اللہ

قال ابن عباس و حسن لم يقتل قط من الانبياء الا من لم يؤمر بقتال و لكن امر بقتال نصر ظفر له لا تناقض بين قوله تعالى و لنتن
النبيين بغير الحقي و قوله تعالى انا لننصر رسلك و قوله تعالى و لقد سبقك كلمتنا لبنا ونا المرسلين و روح البیان و جامع الاحکام للامام
القرطبی

اِنَّ الدِّينَ اَمْنٌ اَوَ الَّذِيْنَ هَادُوْا اَوَ النَّصْرٰى وَالصَّابِیْنَ
 یوں ہے کہ جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابین
 مِّنْ اَمْنٍ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَلٰی صَالِحِ اَفْاَعْلِهِمْ اَجْرُهُمْ
 جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور کام کیا نیک تو ان کو ہے ان کی مزدوری
 عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ
 اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو ڈر ہے اور نہ وہ غم کھاویں

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَاَوْكَانُوا یَحْذَرُوْنَ یعنی آیات الہیہ کی تکذیب اور انبیاء اللہ کے قتل کی جرأت اور دلیری
 انہیں اس طرح پیدا ہوئی کہ وقتاً فوقتاً اللہ کی نافرمانیاں کیں اور حدود الہیہ سے تجاوز کرتے رہے نتیجہ ہوا
 کہ رفتہ رفتہ معصیت اور نافرمانی دلوں میں راسخ ہو گئی اور اسے آیات الہیہ کی تکذیب اور انبیاء اللہ کے قتل
 پر آمادہ کر دیا لیکن اب بھی اگر تم صمیم قلب سے ایمان لے آؤ تو توبہ کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہے۔ توبہ
 کر لینے سے تمہارا ہر قسم کا کفر اور پیغمبروں کے قتل کرنے کا جرم بھی معاف ہو سکتا ہے۔ اگرچہ چاہتے
 ہو کہ ذلت سے نکل کر عزت میں آؤ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کفر سے توبہ کرو اور ایمان اور عمل صالح اختیار کرو
 وَاللّٰهُ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَلِلّٰهِ مَدِیْنَتُنِیْنَ خِیَاطِیْہِ ارشاد فرماتے ہیں

ذلت سے نکلنے اور عزت میں داخل ہونے کا طریقہ

اِنَّ الدِّینَ اَمْنٌ اَوَ الَّذِيْنَ هَادُوْا اَوَ النَّصْرٰى وَالصَّابِیْنَ مِّنْ اَمْنٍ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَلٰی
 صَالِحِ اَفْاَعْلِهِمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ تحقیق وہ لوگ
 کہ جو ایمان لائے پہلے انبیاء پر یا وہ لوگ کہ جو محض زبان سے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے ایمان کے مدعی
 بنے۔ اور وہ لوگ کہ جو یہودی ہوئے جسکی قباحتیں حد سے گذر چکی ہیں۔ اور نصاریٰ جنہوں نے حضرت
 مسیح بن مریم کو خدا بنایا اور فرقہ صابین بے دین لوگ جنہوں نے کوکب کی پرستش کی باوجود ان
 ۱۷ اور بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں ان الدین امناء سے وہ لوگ مراد ہیں جو ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زبانی ایمان لائے
 عام اس سے کہ ایمان دل میں داخل ہوا یا نہیں اس تقدیر پر اس میں منافقین بھی داخل ہونگے اور آخر آیت میں امن منہم

شائع اور قبائح کے جو شخص بھی ان میں سے اخلاص کے ساتھ اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور نیک کام کرے تو اُسکے لئے خدا کے یہاں ثواب اور اجر ہے۔ اور نہ اُن پر کسی قسم کا خوف اور ڈر ہے یعنی اس سے نڈر ہیں کہ گذشتہ کفر نقصانِ اجر کا باعث ہوگا اسلئے کہ الاسلام عہدِ مہمکان قبلہ اسلام لانا اُن تمام گناہوں کو ڈھابا دیتا ہے جو اسلام لانے سے پیشتر کیے جا چکے ہیں اور نہ وہ غم کیاویں کہ افسوس ہماری تمام زندگی یوں ہی ضائع اور برباد گئی۔ اعمالِ صالحہ سے گذشتہ کی تلافی ہو جائیگی خلاصہً مطلب یہ کہ کسی فرقہ کی تخصیص نہیں جو بھی ایمان لے آئے وہ عذابِ الہی سے نجات پا جائیگا۔

تشریح۔ آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فقط اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانا نجات کے لئے کافی ہے۔ انبیاء اور ملائکہ وغیرہ پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ قرآن کریم کی صد اہم نصوص اس بات پر صراحت دال ہیں کہ جو شخص انبیاء اور ملائکہ کا انکار کرے وہ قطعاً کافر ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ سلسلہٴ ایمان میں جن چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے اول سے آخر تک سب پر ایمان لائے چونکہ سلسلہٴ ایمان کی ابتدا اللہ سے ہوتی ہے اور انتہا آخرت پر ہے اسلئے اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانا ہی جیسا کہ رب المشرق والمغرب میں ابتدا اور انتہا کو ذکر کر کے تمام سلسلہ مراد ہے۔ نیز اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لانا اُس وقت تک ممکن نہیں کہ جب تک انبیاء اور ملائکہ اور صحفِ سماویہ پر ایمان نہ لائے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور آخرت کے احوال کی معرفت کا ذریعہ انبیاء اور صحفِ الہیہ ہی ہیں اور وحی اور صحیفہ ربانی کا نزول خورشید کی وساطت سے ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ایمان باللہ اور ایمان الیومِ الآخرت موقوف ہے ایمان بالانبیاء اور ایمان بالملائکہ اور ایمان بالکتاب پر اسلئے ان تین چیزوں پر ایمان لانے کو علیحدہ بیان نہیں کیا گیا۔

ف صابغین ایک فرقہ ہے کہ جو کسی آسمانی دین کا قائل نہیں خدا اور بندہ کے درمیان میں روحانیت کو واسطہ قرار دیتے ہیں کہ بندہ کو جو فیض بھی حاصل ہوتا ہے وہ روحانیت کے واسطہ سے ہوتا ہے نبوت و رسالت کے سرے سے قائل نہیں۔ کہتے ہیں کہ پیغمبروں کی کوئی حاجت نہیں تفصیل اگر ہر کار ہو تو تفسیر میں کثیر اور تفسیر کبریٰ وغیرہ کا مطالعہ فرمائیں۔

علامہ شہرستانی نے اپنی مل و خل میں حنفیہ اور صابغین کا ایک مناظرہ ذکر فرمایا ہے جو قابلِ تذکرہ ہے

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا

اور جب لیا ہم نے قرار تم سے اور ادا کیا تم پر پہاڑ

أَتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ ۖ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝

ہم نے دیا تم کو زور سے اور یاد کرتے رہو جو اس میں ہے شاید تم کو ڈر ہو۔
ثُمَّ قُلْنَا لَكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ قَوْلَهُ فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ

پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر

وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

اور اس کی ہر تو تم خراب ہوتے

اس ناچیز نے اپنے ”علم الکلام“ میں اس کا ترجمہ بھی کیا ہے جو محمد تعالیٰ شائع ہو چکا ہے

رابطہ۔ اس آیت میں ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کیلئے اجر کا وعدہ فرمایا آیتہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رغبت اور خوشی سے احکام خداوندی پر عمل کرنا محبین اور مخلصین کا کام ہے۔ بنی اسرائیل کا حال تو یہ ہے کہ جب تک اُن پر تشدد اور سختی نہ کی جائے اُس وقت تک وہ عمل نہیں کرتے۔

شعاعت دوم

وَإِذَا أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ ۖ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ اور یاد کرو اس وقت کو کہ جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا کہ اگر تم کو کوئی کتاب عطا کی جائے جس میں عبادت اور بندگی کے طریقہ مذکور ہوں تو ہم ضرور اس پر عمل کریں گے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حق تعالیٰ نے توریت نازل فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ توریت کو قبول کریں اور اُسکے احکام پر عمل کریں۔ بنی اسرائیل نے بعض احکام شاقہ کی وجہ سے قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایک پہاڑ لا کر اُن کے سروں پر قدام ادا کیا کہ اگر وہ جبریل نے حکم الہی کے مطابق پہاڑ اُن کے سروں پر لا کر کھڑا کر دیا اور یہ کہا اگر تم تورات کو قبول نہ کرو گے تو یہ پہاڑ تم پر چھوڑ دیا جائیگا (معالم التنزیل)

بنی اسرائیل فوراً سجدہ میں گر گئے اور تورات پر عمل کر نیکا اقرار کیا۔ اس آیت میں حق جل شانہ نے اسی واقعہ کو یاد دلایا ہے کہ اے بنی اسرائیل تم اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم سے تورات پر عمل کر نیکا پختہ عہد لیا۔ اور اٹھایا تم پر کوہ طور کو تاکہ تم تورات کو قبول کرو اور فقط ظاہر تورات پر عمل کرنے پر انکفا و امت کرو بلکہ جو تورات میں ہے اُسکو بار بار یاد کرو اور اسکے اسرار اور فوائد میں غور اور فکر کرو شاید تم دنیا اور آخرت کے عذاب سے بچ جاؤ۔

ف بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے بار بار اسکی درخواست کی کہ آپ اللہ سے استدعا کر دیجئے کہ ہمکو کوئی ایسی کتاب عطا فرمائیے کہ جو احکام الہیہ کی جامع ہو موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے اس کا پختہ عہد لیا کہ جب وہ کتاب عطا ہو تو ضرور اس پر عمل کرنا اگرچہ اسکے احکام تمہاری نفسانی خواہشوں کے خلاف ہوں۔ بنی اسرائیل نے اقرار کیا کہ ہم ضرور اس پر عمل کریں گے جب اللہ تعالیٰ نے تورات عطا فرمائی تو اُس کے قبول کرنے سے اور اُس کے احکام پر عمل پیرا ہونے سے سرتابی کی اس عہد شکنی سے باز رہنے کیلئے کوہ طور اُن کے سروں پر لا کر کھڑا کر دیا گیا۔ پہاڑ کا اُن کے سروں پر لا کر کھڑا کر دینا ایمان لانے پر مجبور کر نیکے لئے نہ تھا اسلئے کہ ایمان تو وہ پہلے ہی سے لاکھتے تھے۔ فقط نقص عہد سے روکنے کیلئے تھا جیسے مسلمانوں پر حدود اور قصاص اور تعزیرات کا قائم کرنا از قبیل اکراہ نہیں بلکہ زنا اور سرقت اور شرب خمر و خونیازی اور ربہ زنی اور اس قسم کے تمام فواحش سے روکنے کیلئے ہے۔ ہاں اگر پہاڑ کا معلق کرنا دین قبول کرنے کیلئے ہوتا تب آید لا اگر الا فی الدین کے خلاف ہوتا۔ پہاڑ کا سر پر لا کر کھڑا کرنا محض عہد شکنی اور بد عہدی اور ایک ناشائستہ حرکت سے روکنے کیلئے تھا نہ کہ دین قبول کرنے کیلئے۔ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ تم نے پھر اسکے بعد بھی روگردانی کی۔ پس اگر تمہارا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوتے تمہاری بد عہدی اور عہد شکنی کا نقصان تو یہ تھا کہ تمکو فوراً عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا مگر اُس کے فضل اور رحمت نے تمکو عذاب سے بچایا اور تمکو توبہ اور استغفار کیلئے اور مہلت دی اور اب تک توبہ کا دروازہ کھول رکھا ہے۔ لہذا بنی آخر الزماں کی متابعت کی سعادت حاصل کرو۔ اور اگر تم اس بنی آخر الزماں پر ایمان نہ لائے اور کفر پر مہر گئے تو پھر اس خسار اور نقصان کی تلافی کا کوئی امکان نہیں رہیگا۔ آئندہ ایت میں بطور نظیر حکم شریعت و اخراجات کے دنیوی زبان اور نقصان کو بیان فرماتے ہیں کہ تمکو خوب معلوم ہے کہ میلہ لوگوں نے ہفتہ کے بارہ

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا

اور جان چکے ہو جنہوں نے تم میں زیادتی کی ہفتے کے دن میں توہم نے کیا

لَهُمْ كُفْرًا فَدَعَا خَاسِرِينَ ۝ فَبَعَلْنَاهَا لَكُلٍّ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْهَا

پورا جو ہنسنے والا ہے ہر تم نے وہ دہشت رکھی اُس شہر کے روبرو والوں کو

وَمَا خَلَفَهَا مِنْ مَّوْعَةٍ إِلَّا مَتَفِينٌ ۝

اور پیچ والوں کو اور نصیحت رکھی ڈر والوں کو

میں تو ریت کے حکم سے عدول کیا اور پیغمبر کی متابعت سے انحراف کیا سو اُسے مسخ اور لغت کے کیا ملا
چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں

شناعت سوم

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُفْرًا فَدَعَا خَاسِرِينَ ۝

اور اللہ تحقیق تم خوب جان چکے ہو ان لوگوں کو کہ جنہوں نے ہفتہ کے دن میں حد سے تجاوز کیا پس کہا
ہم نے اُن سے کہ بنجاؤ بندر ذلیل یعنی دھتکا رہو گے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک

شہر دریا کے کنارہ آباد تھا جس میں بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت تھی

بنی اسرائیل کی آزمائش کیلئے ہفتہ کے روز مچھلیاں دریا کے کنارہ پر بکثرت جمع ہو جاتیں اور ہفتہ اندر

کے بعد یہ حالت ہوتی کہ ایک مچھلی بھی نظر نہ آتی۔ بنی اسرائیل نے جب یہ حالت دیکھی تو خرا کر نرکا ایک جیلہ

نکالا کہ لب دریا چھوٹے چھوٹے حوض بنائے اور دریا سے پانی اور مچھلیاں اُن کے لئے نالیاں بھی بنائیں

ہفتہ کے روز جب وہ حوض مچھلیوں سے بھر جاتے تو وہ نالیاں بند کر دیتے اور کیشنبہ کو اُنکا شکار کرتے۔

عرصہ تک اسی طرح کرتے رہے اُسی سستی میں اُن کے علاوہ بنی اسرائیل کے اور دو فریق تھے ایک فریق انکو اس جیلہ

سے منع کرتا اور دوسرا فریق یہ سمجھ کر کہ انکو نصیحت کرنا بیسود ہے اسلئے خاموش رہتا نصیحت کرنے والوں نے

جب یہ دیکھا کہ کوئی نصیحت کار گر نہیں ہوتی تو سستی کو تقسیم کر لیا اور ہر فریق علیحدہ علیحدہ رہنے لگا جب

وہ کسی طرح باز نہ آئے تو داؤد علیہ السلام نے ان پر لغت فرمائی۔ نبی کی بددعا سے بند رہنا بدئے گئے۔

مرد بندہ اور عورتیں بندیاں بنادی گئیں۔ جب صبح ہوئی اور کوئی چلتا پھرتا نظر نہ آیا تو وہ لوگ جنکو اللہ نے اس عذاب کے تحت ظاہر کیا تھا آپس میں کہنے لگے کہ کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے کہ جو نبی اسراہیل نظر نہیں آتے۔ جا کر دیکھا تو کائنات کے دروازے بند تھے کسی طرح دروازے کھول کر اندر داخل ہوئے دیکھا سب بند رہے ہوئے ہیں۔ جو شخص انکو دیکھنے آتا تو بطور توجہ اور ملامت یہ کہتا کہ کیا ہم نے نگو منع نہیں کیا تھا تو وہ کمال حسرت سے سر ہلانے لگا۔ بیشک تم نے منع کیا تھا۔ اور یہ لوگ آنکھوں سے پہچانے جاتے تھے کہ یہ فلاں پروردہ فلاں یہ تمام تفصیل امام ابن جریر طبری اور حافظ ابن کثیر نے اپنی اپنی تفسیر میں ذکر کی ہے۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ ظاہر قرآن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ حقیقتہً بند رہنا دے گئے تھے وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بَعِزٌّ اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں اور آثار صحابہ اور تابعین بھی ایسی شہادت دیتے ہیں اور اسی پر تمام امت کا اجماع ہے کہ وہ لوگ حقیقتہً بند رہنا دے گئے تھے۔ اور جس شخص نے یہ کہا کہ حقیقتہً بند نہیں بنائے گئے تھے بلکہ انکے اخلاق اور عادات بندروں جیسے ہو گئے تھے تو یہ صریح خطا ہے۔ ظاہر قرآن اور ظاہر روایات اور اجماع سلف کے خلاف ہے۔ کافروں کے اخلاق تو ہر زمانہ میں بندروں سے بھی بڑھ چڑھ کر رہے اور اب تو ترقی کا دور ہے اور اس زمانہ کے کافر تو اخلاق میں بندہ اور سوسے بھی بڑھ کر ہیں یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ کی خصوصیت نہیں۔

ف۔ مسخ کی تین قسمیں ہیں **اول** مسخ حقیقی۔ یعنی حقیقت اور ماہیت کا بدل جانا جیسے گوشت کا پتھر ہو جانا جیسا کہ بعض حدیثوں میں آیا ہے۔

دو مسخ صوری۔ یعنی حقیقت انسانیہ تو باقی رہے اور فقط صورت بدل جائے جیسے اس قصہ میں ہوا کہ نبی اسراہیل کی فقط صورت میں مسخ کی گئیں کہ کچھ صورت انسانی کے بندہ کی صورت بنادے گئے مگر حقیقت انسانی کہ جسکے ذریعہ سے انسان ادراک اور احساس کرتا ہے وہ کمالہ باقی تھی گویا نبی اور بننے کی قوت سلب کر لی گئی تھی مگر عقل باقی تھی کہ جسکے ذریعہ سے اپنی صورت بدلنے کا ادراک کرتے تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ یہ ہماری نافرمانی کی سزا ہے مسخ سے فقط ان کی انسانی صورت زائل ہوئی اور فہم اور شعور انسانی سب باقی رہا۔ اسی لئے خاتمیۃ ذوی العقول کی حجج لائی گئی تاکہ ادراک انسانی کے بقا پر مدالالت کوے۔ قرآن کے لفظ سے بندہ کی صورت ہونا معلوم ہوا اور کوٹوا کے خطاب اور خاتمیۃ بن سے عقل اور انسانی شعور کا باقی رہنا معلوم ہوا۔ اور جب داروں کی تحقیقات پر ایمان رکھنے والوں کے نزدیک بندہ

ترقی کر کے انسان بن سکتا ہے تو اگر انبیاء اللہ کے مقابلہ میں ترقی محکوس ہو کر انسان سے بندہ بن جائے
تو کیوں محال ہے۔ حرکت کی مسافت ایک ہے حیوانیت سے انسانیت کی طرف ہو یا انسانیت سے حیوانیت
کی طرف ہو۔ حیوان کو انسان بنانا تو کسی نے دیکھا نہیں اور ہزار ہا انسانوں کو بندہ بننے ہوئے لاکھوں
انسانوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں اپنی آنکھوں سے دیکھا اور قرآن اور حدیث نے اسکی خبر دی
فَمِنْ شَاءَ فَلْيُؤْمَرْ وَمِنْ شَاءَ فَلْيُكَفِّرْ۔ جب کبھی چاہو ایمان لے آئے اور جب کبھی چاہو کفر اختیار کرے۔

عطا و خراسانی سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آواز دی گئی۔

یا اهل القرية كونوا قردة خاسرین لے بسے والو ہو جاؤ سب درخت لیل۔

آپ کے بعد لوگ ان کے پاس آتے اور یہ کہتے کہ کیا ہم نے ٹکڑے منع نہیں کیا تھا تو سر سے اشارہ کرتے کہ بیشک!
تبیسرے مسخ معنوی یعنی صفات نفسانیہ کا بدل جانا۔ مثلاً قناعت کا حرص اور طمع سے قہم و فراست
کا سفاہیت و بلاغت سے بدل جانا کہ پہلے قانع تھا اب حرص بن گیا۔ پہلے متواضع تھا اب متکبر ہو گیا اس کو
مسخ معنوی کہتے ہیں۔

جنی اسرائیل کا مسخ معنوی پہلے ہی ہو چکا تھا اس وقت تو فقط مسخ صوری ہوا کہ بجائے شکل انسانی
کے بندگی کی شکل بنا دئے گئے اسلئے کہ مسخ معنوی تو اسی وقت ہو چکا تھا کہ جب انبیاء و مرسلین اور علماء و باغیبن
کی نصیحت قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اسی وقت کہ مثل النجار مثل سفادرا (چار پائے بروکتا بے چند)
اور قسٹلہ کثل الکلب اس کی مثال کتے جیسی ہے کا مصداق بن چکے تھے۔

آئینہ آیت میں اس مسخ صوری کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ یہ اسلئے بندہ بنائے گئے تاکہ نافرمانوں
کو عبرت اور پرہیز گاروں کو نصیحت ہو۔ اور ظاہر ہے کہ نافرمانوں کو مسخ صوری ہی سے عبرت ہو سکتی ہے
مسخ معنوی میں تو دوسرے نافرمان بھی انہی کے شریک اور ہم پلہ ہیں۔

ف۔ ابن عباس رضی سے منقول ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بندہ بنایا وہ تین دن سے زائد زندہ
نہیں رہے اور نہ ان کی نسل چلی (ابن کثیر رحمہ اللہ کا لایا میں یدھا و ما خلفھا و موعظۃ لکثیرین)
پس بنایا جسے اس واقعہ کو عبرت ان استیوں کیلئے جو اس شہر کے سامنے اور پیچھے آباد تھیں اور نصیحت بنایا خدا سے ڈرنے والے
یعنی تاکہ نافرمانوں کو اس واقعہ سے عبرت ہو اور فرمانبرداروں کو نصیحت ہو۔ مثل مث ہو رہے۔

العبد یفزع بآلہ صا
والحر تکفہ الملامۃ
غلام کو لکڑی سے تنبیہ کی جاتی ہے
اور شریف کو ملامت ہی بہت کا کافی ہے

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْتِيكُمْ بِهِ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكُمْ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنے قوم کو کہ اللہ فرماتا ہے تم کو کہ ذرا پہلے

بَقَرَةً ۖ قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا إِنَّ قَوْلَ آبَائِنَا لَشَرٌّ ۚ قَالُوا اللَّهُ بَصِيرٌ

ایک گائے۔ بولے کیا تو ہم کو پکڑتا ہے ہنسنے میں کہا بہت شہادہ الہی کہ اس سے

أَكُونُ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۚ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ

کہ میں ہوں نادانوں میں بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے

لَنَا مَا هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَا فَارِضٌ

بہلو کہ وہ کیسی ہے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے نہ بوڑھی

وَلَا يَكْرَهُ ۚ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ ۖ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُونَ ۚ

اور نہ بن بیاں میانہ ہے اُنکے بیچ اب کرو جو تم کو حکم ہے

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْ هِيَ ۚ قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ

بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو کہ بیان کر دے ہجو کیسا ہے رنگ اس کا کہا وہ فرماتا ہے

إِنَّهَا بَقَرَةٌ أَصْفَرٌ مُذَارِقٌ لِلْأَخْضَرِ ۚ لَوْنُهَا تَسْمَرُ ۚ النَّظِيرُ

وہ ایک گائے ہے زرد ڈھیر پارنگل کا خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ ۚ إِنَّ الْبَقَرَ

بولے پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو بیان کر دے ہم کو کس قسم میں ہے وہ گایوں میں

تَشَبَهَ عَلَيْكَ وَأَنَا إِن شَاءَ اللَّهُ لَمُهْتَدُونَ ۚ

شہد بڑا ہے ہم کو اور ہم اللہ نے چاہا تو راہ پائیں گے

قَالَ إِنَّهُ يَقُولُ إِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَ

کہا وہ فرماتا ہے وہ ایک گائے ہے محنت والی نہیں کہ باہنچ ہو زمین کو یا

لَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ ۚ لَا شِئَ فِيهَا ۚ قَالُوا

پانی دیتی ہو کھیت کو۔ بدن سے پوری ہے داغ کچھ نہیں اس میں بولے

الَّتِي جِئْتَ بِالْحَقِّ فَذَبْحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ
اب لایا تو تمہیک بات بھراس کو ذبح کیا اور لگتے نہ تھے کہ کریں گے۔

شہادت چہارم

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً ۚ قَالُوا أَنْتَ أَفْصَحُ ۚ قَالُوا اسْأَلْهُ
بنی اسرائیل میں ایک متمول اور مالدار شخص جس کا نام عامیل کہا جاتا ہے سوائے تحقیق کے اور کوئی اس کا وارث
نہ تھا ایک مدت تک اُسکے مرنے کا منتظر رہا جب دیکھا کہ وہ مرنے ہی نہیں تو ایک روز موقع پا کر قتل کر ڈالا
شب میں اُسکی نعش کو محلہ میں لا ڈالا جب صبح ہوئی تو اہل محلہ پر خون کا دعویٰ کیا۔ تاکہ ترکہ کے علاوہ اہل محلہ
سے مقتول چپاکی دیت اور خون بہا بھی وصول کرے جیسا کہ ہماری شریعت میں قسامت کا حکم ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اہل محلہ سے دریافت کیا تو اہل محلہ نے قسم کہا کہ بیان کیا کہ واللہ نہ ہم نے
قتل کیا اور نہ ہکو قاتل کا کوئی علم ہے۔ لے نبی اللہ اور اے کلیم اللہ آپ ہی بارگاہ خداوندی میں عرض معروض
کیجئے تاکہ اس واقعہ کی حقیقت منکشف ہو۔ (تفسیر ابن کثیر)

آس وقت اللہ کی یہ وحی نازل ہوئی کہ تحقیق اللہ سبحانہ و تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ ایک گائے ذبح کرو
اور اُس گائے کا ایک ٹکڑا اس مقتول پر لگا دو۔ وہ مقتول زندہ ہو جائیگا اور اپنے قاتل کا نام اور پتہ بتلا دیگا
یہ طریقہ اسلئے اختیار کیا گیا کہ انگار کی گنجائش نہ رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر بذریعہ وحی اس کا نام بتلا دیتے
تو ممکن تھا کہ یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کرتے اور ان کی بات کا یقین نہ کرتے اور کفر میں مبتلا ہوتے۔ اور
جب ایک مردہ زندہ ہو کر خبر دیگا تو اُس میں نہ تو کذب کا احتمال ہوگا اور نہ کسی کو چون پورا کی گنجائش ہوگی اسلئے
کہ جو شخص ابھی عالم غیب سے آیا ہو وہ کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔

قَالُوا اسْتِجِزْنَا هَذَا قَالُوا عَوِذُ بِاللَّهِ أَنْ أَكُونُ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۚ
یہ بولے کیا آپ ہم سے تمسخر کرتے ہیں۔ بہلا گائے کے ذبح کرنے اور قاتل کے معلوم ہونے میں کیا
منا سبت۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ قاتل کا پتہ بتلاؤ اور آپ فرماتے ہیں کہ ایک گائے ذبح کرو۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بڑا مانگتا ہوں میں اللہ سے اس کی کہ میں نادانوں سے ہوں۔ سوال کے
مطابق جواب نہ دینا اور استہزاء اور خمر کرنا جاہلوں کا کام ہے۔ معاذ اللہ انبیاء اللہ کا کام نہیں۔ (دریچہ وہ بھی)

بنی اسرائیل اپنے زعم میں اس سوال کو فلسفہ سمجھے مگر حقیقت میں سراسر جہل اور سفسفہ تھا۔ یہ نہ سمجھا کہ احکام الہیہ کے اسرار و اسرار مفرقین بارگاہ خداوندی کے کسکو معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور اسباب اور مسببات کے ارتباط اور مناسبت کو کون سمجھ سکتا ہے۔ گائے کے پارچہ لگا دینے سے مردہ کا بول اٹھنا گائے کا ذاتی اور طبعی خاصہ نہیں بلکہ قدرت الہیہ کا کرشمہ اور بارگاہ کلیم الہی کا معجزہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے اَعُوذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْخٰٓفِیْنَ کہنے کے بعد یہ سمجھے کہ یہ حکم تو اللہ کی طرف سے آئی چٹکے جسکی تعمیل ناگزیر ہے اسلئے یہ خیال ہوا کہ جس گائے کے ذبح کا حکم ہوا ہے غالباً وہ کوئی عجیب و غریب گائے ہوگی اسلئے بار بار سوالات کئے کہ وہ کیسی گائے ہے اُسکا رنگ کیسا ہے اُسکی عمر کیا ہے وغیر ذلک۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کسی گائے کو بھی ذبح کر دیتے تو کافی ہو جاتا لیکن انہوں نے تشدد کیا تو اللہ نے بھی اُن پر سختی کی اسلئے کہ حق تعالیٰ نے کسی خاص اور معین گائے کے ذبح کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ مطلق بقرو کے ذبح کا حکم دیا تھا اسلئے کہ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذَبَحُوا الْبَقَرَةَ میں لفظ بقرة کمرہ استعمال ہوا ہے جس سے صاف ظاہر تھا کہ تعین مقصود نہیں بلکہ تعین مقصود ہے۔ اگر تخصیص اور تعین مطلوب ہوتی تو اَنْ تَذَبَحُوا الْبَقَرَةَ الف لام کیسے معرّفہ لایا جاتا۔

آئندہ آیات میں بنی اسرائیل کے تعنت آمیز سوالات کا ذکر ہے قَالُوا ادْع لَنَا رَبَّكَ یٰمُوسٰی کُنَّا مَعٰحِیْ ط قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّمَا الْبَقَرَةُ لَا فَاْرِضْ لَکَ لِکُمْ اَعْوَانٌ کَیْنِ ذٰلِکَ فَاَفْعَلُوْا اَمَّا اَنْتُمْ مَّرْدُوْنَ کہہ انہوں نے کہ آپ اپنے پروردگار سے درخواست کیجئے کہ میان کرے کہ وہ گائے کیا چیز ہے اور اُسکی حقیقت کیا ہے کیونکہ یہ خاصیت نہ تو متعارف گائے کی ہے۔ نہ نبیل گائے کی معلوم ہوا کہ جس گائے کی یہ خاصیت ہے اُسکی حقیقت ہی کچھ اور ہوگی اگرچہ نام اس کا گائے ہوگا مگر ماہیت نوعیہ اُس کی بالکل جدا ہوگی۔ کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ ایک گائے ہے یعنی اسی جنس کی ہے کسی دوسری جنس کی گائے نہیں۔ اور نہ اُسکی کوئی نئی حقیقت ہے۔ اسی قسم کی ایک گائے ہے۔ حقیقت اور ماہیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ البتہ بن اور عمر کے اعتبار سے کچھ فرق ہوگا وہ یہ کہ وہ نہ بوڑھی۔ نہ جوان بلکہ متوسط اور بین میں ہے یعنی میانہ سال ہے جسکو ادھیڑ کہتے ہیں۔ پس فوراً اگرگزرو جو حکم دے گئے ہو۔ کوئی دشوار ام نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو خواب کے اشارہ پر بیٹے کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے۔ اور تم ایک گائے کے ذبح میں ہزار جہتیں کر رہے ہو۔ رہا خواص اور آثار کا پیدا

... اے انسانو! وہ شخص اللہ کے ارادہ اور مشیت پر ہے۔ حقیقت اور ماہیت کے اقتضا پر موقوف نہیں مگر ان کو اس پر بھی تشفی نہیں ہوئی اور کمر سوال کیا۔ قالوا ادع لنا ربنا فیکبین لکنا ما نؤتمها قال انہ یقول انھا بقرۃ صفا فاقع لوجھا لتسر الذریرین۔ کہا انہوں نے کہ آپ اپنے پروردگار سے استدعا کیجئے کہ وہ ہماری بقرہ صفا کو قانع کر دے اور اس کے لوجہ سے ذریرے پیدا ہو جائیں۔ کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ایک گائے

رود رنگ والی - رنگ اس کا تیز اور کہلا ہوا ہے۔ دیکھنے والوں کو ابھی معلوم ہوتی ہے۔ بنی اسرائیل کو اس پر
جی تشفی نہیں ہوئی اور پھر سوال کیا قالوا اوج لنا دلیک یمین لانا ما ہی ان البقر تشابه علینا وانا
ان شاء اللہ لم نمدونہ قال انه یقول انما بقرة لا ذول تشیر الارض ولا تسقی الحرث
مسلمة لا شیة فیہا قالوا الالف جئت بالحق فذبحوها وما کادوا یفلحون کہما انہوں
نے کہ آپ دعا کیجئے اپنے رب سے کہ بیان فرمائے ہمارے لئے کہ اس گائے کی خفیت شخصہ کیا ہے جسکی یہ
خاصیت ہے۔ اگر ہم اس کا سن اور سال رنگ اور جمال سب بتلادیا گیا لیکن اب بھی ہکو پورا انکشاف نہیں ہوا
تحقیق کا میں ہم پر متبہ ہوئی ہیں۔ یہ اوصاف بہت سی گایوں میں پائے جاسکتے ہیں کوئی وجہ ترجیح بیان فرما
کہ یہ خاصیت اس گائے میں کس بنا پر ہے لہذا مزید توضیح کیلئے کہ اوصاف بیان فرمائے جائیں۔

اور انشاء اللہ تعالیٰ یعنی اگر خدا نے چاہا تو ہم ضرور پتہ چلا لیجے گا اس کا میں یہ خاصیت عجیبہ کس بنا پر ہے حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ انشاء اللہ نہ کہتے تو کہی بھی پتہ نہ چلتا یعنی اس کلمہ کی برکت سے اُنکا تجر اور تردد رفع ہوا۔ جن تک اپنے عجز کا اقرار اور اُمتِ اِسلاف کی قدرت اور شہادت سے استعانت نہ کوئی عقدہ حل نہیں ہو سکتا **ف** مآبھی۔ یہ پہلی ہی سوال کا اعادہ ہے۔ مزید توضیح اور فریاد انکشاف کیلئے دوبارہ سوال کیا گیا

کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ ایک ملائے ہے محنت والی نہیں کہ جو تخی ہوزمین کو اور دیہاتی
دینی ہو کہ جیستی کو یعنی نہ ہل جو تنے کی محنت اس سے لیگنی ہو اور نہ آب پاشی کی مشقت اُس پر ڈالی گئی ہو۔

میں عجیب ہوا اور اس میں کوئی دافع نہ ہو۔ کہا اُنہوں نے کہ اب لائے آپ حق بات کو۔ یعنی دافع اور مفصل بات آپ نے اب فرمائی جس سے ہمارا تردد در دفع ہوا کہ ایسا حیوان تمام حیوانوں میں حیات کا مظہر نام ہو گا پس ممکن ہے کہ اسکی حیات کے اثر سے دوسرے میں بھی حیات کا اثر آجائے۔ پس ایسی گائے کو خرید کر ذبح کیا۔ اور گتے نہ بنے کہ وہ کریں گے۔ اُنکے لغت آمیز استفسارات سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ غالباً ذبح نہ کریں گے۔ مگر خیر ان شاء اللہ کہنے کی برکت سے کر گزرے۔

وَاذْقَلْتُمْ نَفْسًا فَاذْرَاْ تُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ
 اور جب تم نے مار ڈالا تھا ایک شخص کو۔ پھر اُسے ایک دوسرے پر دہرنے۔ اور اللہ کو کالنا ہے جو تم
 تَكْتُمُوْنَ ۚ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ
 بھڑپاتے تھے۔ پھر ہم نے کہا مارو اس مردے کو اس گائے کا ایک ٹکڑا۔ اس طرح جلادے گا۔ اللہ
 الْمَوْتٰی وَيُرِيْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
 مرنے اور دکھاتا ہے تم کو اپنے نمونے۔ شاید تم بوجھو۔

ف بنی اسرائیل چونکہ گوسالہ پرستی میں مبتلا ہوئے تھے اور یہ سمجھا تھا کہ معاذ اللہ یہ جانور خدا
 ہو سکتا ہے تو اُسکے روکے کیلئے بھی لگائے کے ذریعہ کا حکم دیا گیا۔

شناعتِ نخم

وَاذْقَلْتُمْ نَفْسًا فَاذْرَاْ تُمْ فِيْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۚ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ
 بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰی وَيُرِيْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اور یاد کرو اُس
 وقت کو کہ جب تم نے ایک محترم نفس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اُس قتل کو ایک دوسرے کے سر پہ پونے لگے۔ وہ
 کہتا ہے کہ اُسے مارا اور وہ کہتا ہے کہ اُسے مارا۔ اور جن چیزوں کو تم دلوں میں چھپاتے تھے اللہ تعالیٰ انکو
 اندر سے باہر نکالنے والا ہے۔ جس سے تمہارے اندرونی خطرات اور دلی خیالات اس طرح عیاں اور آشکارا
 ہو جائیں جیسے کسی محسوس شئی کو کسی بند صندوق سے نکال کر مجمع میں لا کر سب کے سامنے رکھ دیا جائے کہ سب اُسکو
 اچھی طرح دیکھ لیں۔ پس کہا ہم نے کہ لگاؤ اس مردہ پر اس گائے کا کوئی ٹکڑا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا مقتول
 فوراً زندہ ہو گیا اور اپنے قاتل کا نام بتا کر گر پڑا اور مر گیا۔ قاتل کو پکڑا گیا اور قصاص لیا گیا اور میراث سے بھی
 محروم رکھا گیا۔ اور اُسی وقت سے یہ حکم ہو گیا کہ قاتل ہمیشہ میراث سے محروم رہیگا اگرچہ قاتل مقتول کا باپ
 یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

ف مقتول کا قول مر کر زندہ ہونیکے بعد اس وجہ سے معتبر مانا گیا کہ وہ عالم برزخ کو دیکھ چکا ہے لہذا اس
 کے قول میں اب کذب کا احتمال باقی نہیں رہا اور نہ وہم و خیال اور نہ خطا اور نسیان کا۔ جیسے شجر اور حجر کا گواہی دینا

نبی کا معجزہ ہے اسبطرح مُردہ کا زندہ ہو کر قاتل کا نام بتلانا موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ
 بطرح اس واقعہ میں اللہ نے محض اپنی قدرت سے عدل و قصاص جاری کر نیکی لئے مُردہ کو زندہ فرمایا اسبطرح
 اپنی قدرت کا ظہر سے قیامت کے وقت مردوں کو محض اپنی قدرت سے زندہ فرمائے گا اور سب کا انصاف کرے گا اور
 مظلوم کا ظالم سے قصاص اور بدلہ لے گا اور وقتاً فوقتاً اپنی قدرت کے نمونے اور کرشمے دکھلا تا رہتا ہے تاکہ تم سمجھو
 کہ اس قسم کے خوارق اور عجائب قدرت کا انکار بے عقلوں کا کام ہے

امام التکلمین عبدالکریم شہرستانی مثل و نقل میں فرماتے ہیں کہ بطرح بیل اور گدے انسانوں کے عجیب و
 غریب افعال کو بنظر استعجاب دیکھتے ہیں فلاسفہ دوران اور بڑے بڑے سائنس دان انبیاء و مرسلین کے آیات
 بیانات اور خوارق و معجزات کو اس سے کہیں زائد حیرت کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ اگر کسی فلسفی اور سائنس دان
 کا اپنی ناقص اور ہوا پرست عقل سے انبیاء و مرسلین کے معجزات کا انکار محبت ہے تو بیل اور گدھوں کا انسانی
 عجائب قدرت سے انکار کیوں محبت نہیں خوب سمجھ لو کہ شعور انسانی کو شعور پیغمبری سے وہی نسبت ہے
 جو شعور حیوانی کو شعور انسانی سے نسبت ہے۔ عجب نہیں کہ یہ نسبت بھی ہوا انتھی کل ۱۹۰۹ء مشرق

ف اس آیت میں جو مضمون مذکور ہے وہ قصہ مذکورہ بالا کا ابتدائی حصہ ہے۔ اس تقدیم
 و تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ اگر قصہ کو ترتیب سے بیان کیا جاتا تو یہ سمجھا جاتا کہ فقط ایک واقعہ کا بیان مقصود
 ہے۔ ترتیب کے بدلنے سے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا اول اس طرف کہ حکم الہی کا فوراً امتثال کیوں نہیں
 کیا۔ اور حکم خداوندی میں معاندانہ جھٹلیں کیوں نکالیں۔ ایک صریح اور واضح حکم سن لینے کے بعد اس قسم
 کے گستاخانہ اور لغت آمیز سوالات کیوں کئے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وحی الہی کی کوئی عظمت
 اور وقعت تمہارے دلوں میں نہیں اور یہی سخت بیماری ہے کہ جو تمہاری اور ہر بادی کی نشانی ہے۔

اور وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا الْاٰیۃ میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ تم نے اموال دنیا کی طمع میں ایسے محترم نفس کو
 قتل کیا کہ جو تمہارے لئے بمنزلہ باپ کے تھا۔ اس لئے کہ چچا بھی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے

عمر الرجل صنوا ابیه - انسان کا چچا اُس کے باپ کے مانند ہے

اور پھر اس کوشش میں پڑے کہ یہ خون دوسروں کے سر لگادیا جائے۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ
 اَشَدَّ قَسْوَةً ۚ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ
 وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا
 يَمْشِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝
 پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس سب کے بعد
 اُن سے بھی سخت اور پتھروں میں تو وہ بھی ہیں
 اور اُن میں تو وہ بھی ہیں جو پھٹتے ہیں اور نکلتا ہے اُن سے پانی
 اور اُن میں تو وہ بھی ہیں جو
 گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ بخیر نہیں تمہارے کام سے۔

ربط۔ یہاں تک بنی اسرائیل کی عاداتِ شنیعہ کا بیان فرمایا کہ ہمیشہ احکامِ خداوندی میں جیلے اور
 بہانے کرتے رہے آئندہ آیات میں اس کا منشا بیان فرماتے ہیں کہ منشا اس کا قساوتِ قلب ہے اور
 اور اُس قساوت پر اظہارِ تعجب بھی فرماتے ہیں کہ لیل و نہار آیاتِ قدرت اور معجزاتِ نبوت کا مشاہدہ کرتے
 رہتے ہو مگر پھر بھی دل نرم نہیں ہونے کے نصیحت قبول کریں

استجاب بر قساوت بعد مشاہد عجائز قدرت

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ اَشَدَّ قَسْوَةً ۚ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا
 يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ ۚ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ ۚ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَمْشِطُ مِنْ خَشْيَةِ
 اللَّهِ ۚ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝
 ہو گئے حالانکہ ہر ایک نشانیِ رقتِ قلب کیلئے ایک نسخہ و جامہ تھی خصوصاً مقتول کا زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام
 بتلانا ایک عجیب و غریب کثرہ تھا یہ نشانیِ دلیلِ قدرت بھی تھی اور دلیلِ نبوت رسالت پر بھی تھی اور دلیلِ قیامت بھی تھی مگر پھر بھی
 دل نرم نہ ہوئے پس وہ مثل پتھروں کے سخت ہیں یا سختی میں پتھروں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ تشبیہ اور تخیل
 میں لوستے اور تانہ کے واسطے ذکر نہیں فرمایا کہ بوا اور تانہ آگ پر رکھنے سے گہل جاتا ہے مگر ان کے دل اس
 قدر سخت ہیں کہ تخیل و ترسید کی آگ سے بھی نہیں گھلے پتھر کی طرح ہیں کہ جو کسی حال میں بھی نرم نہیں ہوتا

یا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اس لئے کہ بعض پتھر ایسے ہیں کہ اُن سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اگرچہ اُن سے نہریں تو نہیں جاری ہو جاتیں لیکن پھٹ جاتے ہیں پھر اُن سے پانی آہستہ آہستہ نکلتا رہتا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں کہ اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ اس طرح بعض قلوب ایسے ہیں کہ جیسے علوم و محارف کی نہریں جاری ہو جاتی ہیں کہ جیسے دنیا سیراب ہوتی ہے۔ یہ علماء و آئین اور ائمہ ہادین کی شان ہے کہ ان کے کلمات طلیات نے مژدہ دلوں کے حق میں آنحضرات کا کام دیا۔ اور بعض قلوب ایسے ہیں کہ اُن سے نہریں تو نہیں مگر علم و حکمت کے چشمے رواں ہو گئے۔ اور لاکھوں اور ہزاروں کو اُن سے نفع ہوا۔ یہ علماء و بائین کی شان ہے۔ اور بعض قلوب ایسے ہیں کہ اللہ کی عظمت اور جلال کے سامنے پست ہیں۔ تکبر اور غرور سے پاک ہیں۔ کہیں اُس کے حکم کے خلاف سر نہیں اٹھاتے۔ یہ عباد اور زہاد کی شان ہے۔

مگر ان کافروں کے دل پتھر سے بھی زائد سخت ہو گئے ہیں کہ غرور اور تکبر عناد اور کشری سے کہیں حق کے سامنے جھکتے بھی نہیں۔ اللہ کی ہدایت کو قبول کرنا تو درکنار اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ **وَإِنَّ مِنَ الْإِنْحَارِ قَلْبًا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْكَافَرُونَ** سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو خوف خداوندی سے بکثرت روتے ہیں۔ اور **وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشْقَىٰ فَيَجْرِمُ مِنْهُ الْمَآءُ** سے وہ لوگ مراد ہیں کہ جو کم روتے ہیں۔ اور **وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَجْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ** سے وہ لوگ مراد ہیں جو دل بترسوتے ہیں۔ مگر انکھوں سے آنسو جاری نہیں ہوتے۔ ہم سب کو اللہ سے یہ دعا مانگنی چاہئے۔

عیش و عشرت سے دو عالم کے نہیں مطلب مجھ چشم گریاں سینہ بریاں کر عطا یارب مجھے۔ آمین

ف عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوائے اللہ کے ذکر اور کثرت سے کلام نہ کیا کرو اس لئے کہ زیادہ کلام کرنا قلب میں قساوت (سختی) پیدا کرتا ہے اور سخت دل ہی خدا سے سب سے زائد دور ہے (ترمذی)

اس مقام پر بھی بنی اسرائیل کی جس قساوت کا ذکر ہے وہ بھی اسی سبب یعنی کثرت کلام کی وجہ سے ہے کہ جب گائے کے ذبح کا حکم ہوا تو معاندانہ سوالات کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔ ان یہودہ سوالات کا یہ نتیجہ نکلا کہ دل پتھر سے بھی زائد سخت ہو گئے۔

آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ لے بنی اسرائیل اگرچہ تم اپنی قساوت قلبی کی وجہ سے خدا سے غافل ہو گئے ہو مگر خوب سمجھ لو **وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ** کہ اللہ تمہارے اعمال و افعال سے غافل اور بخیر نہیں۔

قِسَادَتِ قَلْبِی کا قاصد ہی یہ ہے کہ وہ خدا سے غافل بناتی ہے اسلئے حدیث میں آیا ہے
 اَللّٰهُمَّ رَانِیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ
 لِّیْ اَللّٰہ میں دل کی کسبختی اور غفلت سے
 اَلْقِسْوَةِ وَالْعَفْلٰکَةِ
 پناہ مانگتا ہوں

ایک شبہ اور اُس کا جواب

شبہ یہ ہے کہ پیغمروں میں تو قوم اور آراء اک ہی نہیں پھر خدا کے خوف سے پیغمروں کے گرنے
 کا کیا مطلب - ۹

جواب

یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک حیوانات اور جمادات میں بھی روح اور حیات ہے۔ اور
 ایک خاص قسم کا شعور اور آراء اک ہے جسکی حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے جیسا کہ امام قرطبی اور علامہ لغوی
 اور حافظ ابن کثیر نے اسکی تصریح فرمائی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم میں جانجا حیوانات اور جمادات کی تسبیح
 و تحمید اور صلوة کا ذکر ہے۔ قال تعالیٰ

تَسْبِيحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ
 وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَسْبِيحُ
 بِحَمْدِہٖ وَلٰكِنْ لَا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيحُہُمْ
 ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو کچھ بھی ہے
 سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور کوئی شئی ایسی
 نہیں کہ جو اللہ کی تسبیح و تحمید نہ کرتی ہو لیکن تم ان

کی تسبیح کو سمجھتے نہیں

كُلُّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوَتَہٗ وَتَسْبِيحَہٗ

وَالْجَمْعُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدُ اِنَّا

قَالُوْا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَلَّمَنَا

قَالُوْا اَلطَّقْنَا اللّٰہَ الَّذِیْ اَلطَّقَ کُلُّ شَیْءٍ

یَوْمَئِذٍ یَّحْدُثُ اٰخْبَادَہَا بِاَنَّ

رَبِّکَ اَوْحٰی لَهَا

ہر شے کو اپنی نماز اور تسبیح کا علم ہے

گھاس اور درخت اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں

(کفار قیامت دن) اپنی جلد سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں

گواہی دی۔ وہ جوابیں کہیں گی کہ ہم کو اس خدا نے گویا کچھ دی جس نے

اُس روز بیان کر لی (زمین) اپنی خبریں اسوجہ

کہ اسکو خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہو گا!

اور اس طرح آنچار و اجمار حیوانات و جمادات کا انبیاء و مرسلین کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اُن سے کلام کرنا احادیث صحیحہ اور متواترہ سے ثابت ہے۔

(۱) ستونِ حنّانہ کا واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ صحیح بخاری میں مذکور ہے جس میں کسی مؤویل اور متفلسف کو تاویل کی ذرہ برابر گنجائش نہیں۔

عارفِ رومی فرماتے ہیں۔

مشتیِ حنّانہ از ہجرِ رسول
فلسفی گو منکر حنّانہ است
نالہ میزند چھو اریابِ عقول
از حواسِ انبیاء بیگناہ است

(۲) صحیح بخاری میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبلِ اُحد کو دیکھ کر یہ فرمایا ہذا جبل یحبنا وحبہ۔ یہ پہاڑ ہمکو محبوب رکھتا ہے اور ہم اسکو محبوب رکھتے ہیں۔ اور محبت بدولتِ محنت اور ادماک کے ممکن نہیں۔

(۳) صحیح مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اب بھی اس پیچھر کو پہچانتا ہوں کہ جو نبوت سے پیشتر مجھکو سلام کیا کرتا تھا۔

(۴) صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ رضی اللہ عنہما پہاڑ کو چڑھے تو پہاڑ کو جنبش ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک پہاڑ پر مارا اور یہ فرمایا کہ اے پہاڑ ٹھیر۔ تجھ پر ایک نبی ہے اور ایک صدیق اور دو شہید۔

(۵) حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ہم جب کہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مکہ سے باہر جاتے تو جس دشت یا پہاڑ پر گزرتے تو یہ آواز آتی اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُولَ اللہ (اخر جہ البغوی باسنادہ فی العالم)

اس قسم کے اور صد ہا واقعات ہیں جو کتب حدیث اور سیر میں مذکور ہیں بطور نمونہ ہم نے چند واقعات ذکر کر دیے ہیں۔

عارفِ رومی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند
بامن و تو مُردہ باحق ز ندہ اند
آب و باد و خاک و نار پر شرر
بیخبر باما و باحق باخبر

ما بعکس آن ز غییر حق خبیر
 پیش تو آن سنگ نرہ ساکت است
 پیغمبر از حق و از چندین نظیر
 پیش تو استون مسجد مُردہ است
 مردہ زیر سویند و زالسوزندہ اند
 جملہ اجزائے جہاں پیش عوام
 مردہ و پیش خُدا دانا و رام

خامش اینجا و انطرف گویندہ اند

اور اسی پر تمام انبیاء و مرسلین کا اجماع ہے کہ جمادات میں ایک روح مجرہ ہے کہ جو
 حق تعالیٰ شانہ کو پہچانتی ہے اور اُس کے احکام کی تعمیل کرتی ہے۔ ایک مخلوق کا
 دوسری مخلوق سے بے تعلق اور بے خبر ہونا عقلاً ممکن بلکہ واقع ہے۔
 لیکن مخلوق کا خالق سے بے تعلق ہونا عقلاً ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

عارف رومی فرماتے ہیں

بے تعلق نیست مخلوقے ازو

اور بے شمار آیات اور احادیث اس کی شاہد ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں۔

(باقی آئندہ)

ملفوظات

مقبایہ

الکلام الحسن

(از ارشادات و ملفوظات حضرت حکیم الامت مرشدی و مولائی جناب مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب فیضی قدس سرہ)

(جمع کردہ حضرت مولانا مولوی مفتی محمد حسن صاحب مدت فیرہم ہتم جامعہ اشرفیہ لاہور)

(۹۶) فرمایا میں نے حضرات دیوبند کو زمانہ فتنہ میں یہ پیام کہلا بھیجے تھے۔ ایک یہ کہ طلبہ ایک خاص طرز معین ہونا چاہئے مثلاً لباس معین وضع کا جو جیسا اپنے بزرگوں کا تھا بعضہ کہتے ہیں کہ طلبہ اس کو آجکل اپنی تخفیر خیال کرتے ہیں مگر ایسے امور کی طرف کیوں التفات کیا جاوے۔ دوسرے میں نے یہ کہا تھا کہ عام معترضوں سے سوال جواب کرنا مفید نہیں۔ جو شخص مدرسہ پر اعتراض کرے ایک دفعہ اس کے سامنے حقیقت ظاہر کر دے پھر جواب نہ دے۔ تیسرے یہ کہا ایک اعلان کر دیا جاوے کہ ہم اصول صحیحہ پر مدرسہ چلائینگے اور چندہ کا حساب ایک دفعہ شائع کر دینگے اور ہر شخص کو حساب نہ دیوں گے۔ اگر ان شرائط کے ساتھ کسی کو ہم پر اعتماد ہو تو چندہ بھیجے ورنہ نہ دے۔

(۹۷) فرمایا پہلے اکابر علماء جس میں حُب جاہ کا مرض دیکھتے تھے اسکو اپنے حلقہ درس سے نکال دیتے تھے۔ اب اس کا کوئی اہتمام ہی نہیں۔

(۹۸) فرمایا مختلف و فود جو مدرسہ میں محاسبہ کیلئے آتے ہیں انکو کچھ جواب نہ دیا جاوے اور نہ مدرسہ کے بارے میں ان سے کچھ گفتگو کی جائے بلکہ صاف یہ کہہ دیں کہ جو کچھ کہنا ہوا اہل شوریٰ سے کہیں پھر وہ ہم سے کہیں اور ہم سے جواب لیکر تم سے کہہ دیں۔ یہ ہے باقاعدہ جواب۔

(۹۹) فرمایا مسجد دارالعمل ہے اور مدرسہ دارالعلم جو سب طرح مساجد متعدد ہونے میں کوئی حرج نہیں اسید طرح مدارس کے متعدد ہونے میں بھی کوئی حرج نہ ہونا چاہئے مگر حالت یہ ہے کہ مدرسوں کے متعدد ہونے سے گرائی ہوتی ہے سو ایسا نہیں ہونا چاہئے بلکہ خوشی ہونی چاہئے کہ کام کر رہو انے بہت ہو گئے۔ مگر چونکہ مدارس میں اکثر غلبہ امراض نفسانیہ کو ہوتا ہے اسلئے انکے تعدد میں گرائی ہوتی ہے۔

(۱۰۰) فرمایا کرامات امدادیہ میں حضرت حاجی صاحب کے کرامات میں نے اسلئے جمع کئے تھے کہ عوام الناس کی حقیقت میں اس سے قوت ہو جاتی ہے۔

(۱۰۱) فرمایا طاعون کے دفع کرنے کیلئے اذانیں کہنا بدعت ہے۔ اس طرح قبر پر دفن کے بعد بھی اور اسی طرح بارش اور استسقا کے لئے بھی بدعت ہے۔

(۱۰۲) فرمایا مولوی احکام داں کو کہتے ہیں عربی داں کو نہیں کہتے۔ عربی داں ابو جہل بھی تھا مگر لقب تھا ابو جہل نہ کہ عالم۔

(۱۰۳) فرمایا ایک طالب علم مولانا فتح محمد صاحب کے پاس پڑھا کرتے تھے ان کا نام نور احمد تھا نو عمر ہی تھے جب مولانا کا انتقال طاعون میں ہوا تو اُس نے گھر جانے کیلئے اسباب باندھا۔ پھر بخار اور طاعون میں مبتلا ہو گیا۔ اُن کی عجیب حالت تھی۔ کسی نے اُنسے کہا تم اچھے ہو جاؤ گے کہا یوں مت کہو۔ اب تو حق تعالیٰ سے ملنے کو چاہتا ہے۔ اُن کا ایک ہم سبق طاعون سے جلال آباد فوت ہو چکا تھا مگر اُس کے مرنے کی خبر اسکو نہ دی گئی تھی کہ ہراساں نہ ہو۔ مرنیکے وقت خود اُسے پوچھا کہ اس میرے ساتھی کا کیا حال ہے لوگوں نے کہا اچھا ہے کہا کیوں جھوٹ بولتے ہو وہ تو مر چکا ہے۔ میرے پاس کھڑا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ اُس نے عالم برزخ کی کائنات کو عالم ناسوت کی کائنات سے امتیاز کر لیا۔ اُسکے جنازہ پر انوار اور کشش تھی۔ جنازہ اس کا میں نے ہی پڑھایا تھا۔

(۱۰۴) فرمایا مرنے کے وقت ایمان سلب نہیں ہوتا جیسا عوام میں مشہور ہے۔ پہلے ہی سلب ہو چکتا ہے اور کسی فعل اختیاری سے سلب ہوتا ہے البتہ اس کا ظہور مرنے کے وقت ہوتا ہے کیونکہ وہ انکشتا کا وقت ہوتا ہے تو یوں سمجھا جاتا ہے کہ اب مرنے کے وقت سلب ہوا ہے۔ اور بعض لوگوں کے اُس وقت بھی ہوش و حواس درست ہوتے ہیں اور اس حالت میں شیطان اُن کو بہکا تا ہے اور وہ باختیار خود بہکانے میں آجاتے ہیں اسی واسطے دعا کی تعلیم فرمائی گئی ہے اَللّٰهُمَّ لَقِّنِي حَجَّةَ الْاِيْمَانِ عِنْدَ الْمَمَاتِ باقی بیہوشی میں اگر کوئی کفری قول یا فعل صادر ہو جاوے اس پر مواخذہ نہیں۔ اور اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ابلیس کو اضلال کی اُسی درجہ کی عقل ہے جیسی حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہدایت کی عقل ہے۔

(۱۰۵) آخر نے عرض کیا کہ موت کے وقت کبھی شیخ بھی حاضر ہوتا ہے۔ فرمایا اس کی دو صورتیں ہیں کبھی واقعی شیخ ہوتا ہے۔ اور یہ کرامت ہے اور اس کا وقوع شاذ و نادر ہوتا ہے اور کبھی حق تعالیٰ کسی لطیفہ

غیبیہ کو شکل شمع شکل فرماتے ہیں کیونکہ وہ اسی شکل سے مانوس ہے تو اس کے ذریعہ سے اسکو حق کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے۔

(۱۰۶) اگر بات علامات قرب ہیں اسباب قرب نہیں کیونکہ غیر اختیاری سے قرب نہیں ہوتا۔ اور فرمایا کہ بچے اس مسئلہ کے متعلق کہ غیر اختیاری سے قرب نہیں ہوتا ایک شبہ تھا اور وہ برسوں رہا اور میں نے کسی سے اسلئے دریافت بھی نہیں کیا کہ کسی سے حل ہو نیکی اُمید نہ تھی اور وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ابھی دو چار دن سے حل ہوا ہے۔ وہ شبہ یہ تھا کہ نبوت بھی غیر اختیاری ہے لیکن اسکو قرب میں دخل عظیم ہے چنانچہ نبی ہونے کے بعد تمام علماء کا اجماع ہے کہ قرب زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر اختیاری چیز سے بھی قرب بڑھ جاتا ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ قرب دو قسم کا ہے۔ ایک وہ جسکی تحصیل مامور بہ ہے۔ یہ قسم اسباب غیر اختیاری سے حاصل نہیں ہوتی دوسرا وہ کہ اس کی تحصیل مامور بہ نہیں۔ یہ قسم ثانی بدو ن اسباب غیر اختیاریہ کے حاصل ہو جاتی ہے نبوت کا قرب اس میں داخل ہے اور جب سے یہ جواب سمجھ میں آیا ہے سجد مسرت ہے۔

(۱۰۷) فرمایا مولانا..... صاحب نے سوال کیا کہ دعا افضل ہے یا تفویض یعنی ترک دعا۔ میں نے کہا کہ دعا اگر ناسنت کے مطابق ہے اسلئے افضل ہے پھر انہوں نے کہا کہ حضرت پیران پیر عبدالقادر جیلانیؒ نے توبہ لکھا ہے کہ ترک دعا افضل ہے کیونکہ اس میں تفویض ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے اور دعائیں تفویض نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ دعا ہی افضل ہے اور وہ تفویض کے منافی نہیں کیونکہ دعا میں بھی اس طرح تفویض ہے کہ اسکی ساتھ ہی یہ عزم بھی ہے کہ اگر دعا قبول نہ ہوئی اور اس کا خلاف ہوا تو اسپر بھی راضی رہیں گے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ دعا میں عزم و جزم و الحاح نہ کرے کیونکہ دعا تو عزم سے اور الحاح سے اور بددنی تشقیق ہی کرنی چاہئے لیکن باوجود اس کے اگر قبول نہ ہو تو خلاف ہونے کی صورت میں بھی رضا ہو اور شکایت نہ ہو پس یہی تفویض ہے۔

(۱۰۸) فرمایا کہ مولوی..... صاحب نے ایک دفعہ اپنی ایک حالت باطنی کے متعلق تردد ظاہر کیا۔ میں نے جواب میں اطمینان دلایا۔ انہوں نے فرمایا کہ جواب تو صحیح ہے مگر تسلی نہیں ہوئی۔ میں نے کہا کہ مجھکو مقصود اپنی تسلی ہے آپ کی تسلی مقصود ہی نہیں طیب کو اپنی تسلی مقصود ہوتی ہے نہ کہ مریض کی تسلی کہ وہ اس کے اختیار میں نہیں اور نہ اس کی عدم تسلی مضر ہے اس انگلی تسلی ہو گئی۔

(۱۰۹) فرمایا جس زمانہ میں حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت حافظ ضامن صاحبؒ اور مولانا شیخ محمد

یہاں موجود تھے اُس وقت کے مشائخ اس مقام کو دوکان معرفت اور ان حضرات کو اقطاب ثلاثہ کہتے تھے۔

(۱۱۰) فرمایا اس زمانہ میں تو معاش کے لئے مباشرت اسباب ہی مصلحت ہے کیونکہ ترک اسباب سے تقدس کا شبہ ہو جاتا ہے اور مباشرت اسباب کی صورت میں اس شبہ سے نجات ہے۔

(۱۱۱) فرمایا کرامت کا درجہ بتصریح اکابر مجرذ ذکر لسانی سے بھی متاخر ہے چنانچہ ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا افضل ہے کرامت سے کیونکہ وہ بہت قرب کا اور کرامت قرب کا سبب نہیں بلکہ قرب کا مسبب ہو

(۱۱۲) فرمایا غالباً کمال اشیم میں جو یہ لکھ رہے کہ ہر وقت کے کچھ حقوق ہیں وہ دوسرے وقت میں ادا نہیں ہو سکتے اُس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے وقت میں اُس دوسرے وقت کے حقوق ہیں تو سب کو جمع کیسے کرے گا البتہ بلا اختیار اُن کے فوت ہو جانے پر زیادہ قلی نہ کرے کیونکہ اس قلی کا منشا یہ ہو گا کہ میں ناقص ہوں سو یہ کامل ہی کب ہو سکتا ہے ہر حال میں ناقص ہی رہے گا مگر ان حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جن کی تحصیل فرض نہیں ورنہ شرعاً اُن کی قضا ہوتی۔

(۱۱۳) فرمایا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا غالب طرز یہ تھا کہ طالب بیعت سے انکار نہ کرتے تھے بجز ایک صورت کے کہ وہ پہلے کسی کام میں ہوا ایسے شخص کو بیعت نہ کرتے تھے اس کا منشا طریق کا ادب ہے اور اس دعوت میں حکمت یہ فرماتے تھے کہ اس سے دو سالانوں میں خاص تعلق ہو جاتا ہے۔ قیامت میں ان میں سے جو مرموم ہو گا وہ غیر مرموم کو کھینچ لیگا اور عکس کا احتمال نہیں کیونکہ حدیث میں ہے اِنَّ سَرَّ حَمَّتِي سَبَقَتْ عَلٰی غَضَبِي سُبْحَانَ اللّٰہ۔

(۱۱۴) فرمایا نفس و شیطان کے گناہ کرانے میں اکثری فرق یہ ہے کہ اگر بار بار ایک ہی گناہ کا تقاضا ہو تو یہ نفس کی جانب سے ہے اور اگر ایک دفعہ ایک گناہ کا تقاضا ہو پھر اُس سے رُک جائے کے بعد دوسرے کا تو یہ شیطان کی جانب سے ہے کیونکہ شیطان کو تو مقصود صرف گناہ کرانا ہے چاہے کوئی بھی گناہ ہو اور خود شیطان کو اُس میں کوئی حظ نہیں تاکہ کسی معین گناہ پر اصرار ہو۔ بخلاف نفس کے کہ نفس کو اس میں حظ ہوتا ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ نفس مہم ہے شیطان صرف مشورہ دیتا ہے جیسا کہ دعوتِ کُمر سے پتہ چلتا ہے اور اس میں بھی اصل داعی نفس ہے کیونکہ شیطان کو بھی اسی نفس ہی نے گمراہ کیا اور فرمایا علاج کلی یہ ہے کہ عاصی میں نفس میں جو تقاضا ہوتا ہے اُس تقاضا پر عمل نہ کرے

اصل علاج تو یہ ہے۔ باقی ذکر اس میں معین ہوتا ہے کیونکہ ذکر سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں اس دستگیری سے سہولت ہو جاتی ہے۔ یہ صورت ہوتی ہے اعانت کی۔ لیکن خالی ذکر سے کچھ نہیں ہوتا پھر اس اصل علاج میں شیخ کی ضرورت ہوتی ہے پھر شیخ کے معاملہ میں طالب کے ذمہ دو چیزیں ضروری ہیں ایک اتباع (یعنی شیخ کا) دوسری اطلاع (یعنی احوال کی)

(۱۱۵) فرمایا ذکر ایک ہی دفعہ کا کیا ہوا باقی رہتا ہے جب تک کہ اس کا مصادوم نہ پایا جائے جیسہ ایمان پہلا ہی باقی رہتا ہے ذہول ہو جانے سے زائل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا کوئی مصادوم نہ پایا جائے۔ اسی واسطے ذکر کو سونے کے وقت بھی ذکر کریں گے کیونکہ ارادہ ذکر ہی کا تھا انقطاع کا ارادہ نہ تھا گو اضطراب انقطاع ہو گیا۔ اسی بقا کے سلسلہ میں فرمایا ایک شخص مرض الموت کی غشی میں تھا نا مل کر رہا تھا لوگوں نے اس کو رسوخ ذکر کی دلیل سمجھا۔ ایک معترض نے کہا اس حرکت کی عادت تھی رسوخ ذکر سے اس کا کیا تعلق ایک بچے نے جواب دیا کہ اگر عادت کی وجہ سے کرتا تو مرنے کی طرف ہاتھ لاکر کہانے کی شکل کیوں نہ بنائی کیونکہ یہ زیادہ پرانی عادت تھی۔

(۱۱۶) فرمایا لوگ قصیدہ غوثیہ کا اثر انتہام کرتے ہیں حالانکہ یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ بڑے بے صاحبانہ کا ہے بھی یا نہیں۔ اس کی عبارت اور مضمون تو کچھ ویسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

(۱۱۷) فرمایا مولانا فیض الحسن صاحب کسی نے وہابی بدعتی کے معنی پوچھے انہوں نے عجیب ترجمہ فرمایا یعنی وہابی کا ترجمہ تو بے ادب با ایمان اور بدعتی کا با ادب بے ایمان۔ اور فرمایا ایک بار ایسے ہی سوال کے جواب میں کہا کہاں کے وہابی کے معنی پوچھتے ہو کیونکہ حیدر آباد کے وہابی کے معنی اور ہیں اور ہندوستان کے وہابی کے معنی اور ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس بدعتی۔ وجہ یہ کہ عوام کی اصطلاح میں وہابی کا اصل مفہوم ہے رسوم کا مخالفت۔ اور رسوم ہر جگہ کی علیحدہ علیحدہ۔ ہر جگہ کی رسوم کا مخالفت وہاں کا وہابی ہے۔

(۱۱۸) فرمایا شاہ سلیمان صاحب پوراوی لاہور انجمن نعمانیہ جلسہ میں شریک تھے اور حربی کے سود کا مسئلہ علماء جلسہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ انجمن کے لوگ اس میں مکمل فیصلہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور میرا اطلاع خط چاک تھا کہ میں بھی شریک جلسہ ہوں گا اس وقت شاہ صاحب نے جلسہ میں فرمایا کہ اسے آنے دو اب ایمان داری کا فیصلہ ہو جائیگا۔

(۱۱۹) فرمایا کسی عورت نے مجھ سے اپنے نکاح کے متعلق مشورہ پوچھا۔ میں نے جواب دیا کہ میرے

دو کام ہیں ایک مسائل و احکام بتلانا جو مجھے یاد ہیں اُنکو کوئی پوچھے تو بتلا دیتا ہوں۔ دوسرا کام یہ ہے کہ دعا کر دیتا ہوں اور میں تیسرے کام کا نہیں ہوں خصوص مشورہ کی عادت کئی وجہوں سے نہیں ہے اول یہ کہ جب تک تمام جوانی کا احاطہ نہ ہو جاوے مناسب نہیں اور احاطہ اکثر حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اکثر لوگ آخر میں اس کام کو مشیر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور بدنام کرتے ہیں تیسرے یہ کہ بعضے مشورہ کو حکم سمجھتے ہیں اور اپنی رائے کو چھوڑ دیتے ہیں یہی غلو ہے اسلئے مشورہ کا معمول نہیں اور اگر اس پر بھی کوئی بالکل ہی چھوڑ کرے تو اس طرح کہہ دیتا ہوں کہ دونوں شقوں کے مضار اور منافع ظاہر کرو پھر قضیہ شرطیہ کے طور پر کہہ دیتا ہوں کہ اگر یہ صورت ہو تو اس حق کو ترجیح ہے اور اگر دوسری صورت ہو تو دوسری شق کو ترجیح ہے۔ غرض ذمہ دار وہ خود رہتا ہے۔

(۱۲۹) فرمایا ایک شخص نے پوچھا کہ کیا عورت کو خاوند کا مال صرف کر نیکی اجازت ہے۔ میں نے کہا نہیں بلکہ نسا کی ایک روایت میں تو ”مالھا“ کا لفظ ہے جس سے بعض علما و ظاہری نے حقیقی معنی سمجھ کر عورت کو خود اپنے مال میں بھی بدون اذن شوہر کے تصرف کرنے کی اجازت نہیں دی ہے کیونکہ ناقصات العقول ہیں۔ مگر جہور نے اس کو نہی ارشادی پر محمول فرمایا ہے

(۱۳۰) فرمایا ایک شخص نے اصحاب کہف کے نام خط میں پوچھے ہیں میں نے لکھ دیا ہے کہ اصحاب کہف کے اعمال پوچھو تم ہی اصحاب کہف کی طرح ہو جاؤ گے۔

(۱۳۱) فرمایا حدیث میں مُصَرَّح ہے اَلْمُسْلِمُ مِّنْ سَلَمِ الْمُسْلِمِ مِّنْ لِّسَانِهِ وَدِينِهِ، مگر کسی کو یہ فکر نہیں کہ ہم سے کسی کو اذیت تو نہ ہوگی۔

(۱۳۲) فرمایا میں بو سخت مشہور ہوں تو وہ یہ ہے کہ میری غرض صرف یہ ہے کہ لوگ اعمال کی فکر کریں اور لوگوں کی یہ حالت ہو کہ جو لوگ اصلاح بھی کرانا چاہتے ہیں وہ بھی اعمال کا اہتمام نہیں کرتے مگر میں باوجود سخت سچے جانیکی اس قدر رعایت کرتا ہوں کہ عین عتاب کے وقت میں بھی غیلب کی اصلاح کا خیال رکھتا ہوں اور اگر اپنے سے مناسبت نہیں دیکھتا تو دوسرے مصلح کا پتہ بتلا دیتا ہوں تاکہ کسی مسلمان کو نقصان نہ ہو۔

(۱۳۳) فرمایا اور غمناک ہیں کہ ماہ شوال کے پچھ روزے رمضان کے قضا روزوں میں بطور تہنیل ادا ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ جزیئہ بالکل صحیح نہیں۔ تداخل اس جگہ ہو سکتا ہے جہاں ایک سے دوسرے کا

مقصود بھی حاصل ہو جاوے۔ مثلاً توبۃ المسجد سے مقصود مسجد کا قیام اور نہ کہ مسجد میں پہنچنے ہی کچھ نماز ادا کرنا چاہئے پس اگر کوئی شخص شدت میں مشغول ہو گیا تو توبۃ المسجد کی غرض بھی اسی سے پوری ہو جائیگی۔ یہاں تداخل ہو جاوے گا بخلاف سوال کے کہ حدیث شریف میں اُس کی غرض یہ وارد ہے کہ من صام رمضان فترابعہ بسنت من شوال کان کصیام الدھر اور اس کی بناوید فرمائی ہے کہ صیام شھر اشرف اشھر و سنتہ ایاک شھر میں فذلک تمام السنۃ رواہ الدارمی اور ایک حدیث میں یہ بناوید الفاظ میں مذکور ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتِنَالِ رواہ ابن ماجہ اور یہ توبہ پوری ہو سکتی ہے جب رمضان سمیت چھتیس روزوں کا عدد پورا ہو اور چھتیس کا عدد تداخل میں پورا کیسے ہو گا ہاں اگر علاوہ قضا کے رمضان کسی اور واجب کو شوال میں ادا کرے تو پھر شاید تداخل ہو سکے اگر کوئی مانع ثابت نہ ہو۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ اس طرح تو پھر جزئیات فقہیہ میں احتمال غلطی کا رہیگا۔ اس پر فرمایا اگر کسی اور جزئی میں بھی ہم کو معلوم ہو جاوے کہ حدیث صریح منصوص کے خلاف ہے تو چھوڑ دیں گے اور بتقلید کے خلاف نہیں آخر بعض مواقع میں امام صاحب کے اقوال کو بھی تو چھوڑا گیا ہے۔ ہاں جس جگہ حدیث میں متعارض محل ہوں وہاں جس محل پر مجتہد نے عمل کیا ہم بھی اُسی پر عمل کریں گے اور اگر خود امام صاحب ہوتے اور اس وقت ان سے دریافت کیا جاتا وہ بھی یہی فرماتے تو گویا اس چھوڑنے میں بھی امام صاحب ہی کی اہمیت ہے اور یہ نیز بیستہ سوال کا تو مجتہد سے منقول بھی نہیں۔

(۱۲۵) فرمایا جیسا بعض درختوں پر دو پھول آتے ہیں اول ایک آتا ہے وہ گر جاتا ہے اس کے بعد دوسرا آتا ہے۔ اور باغبان اگر ناواقف ہو تو اُس کے گر جانے سے غم کرتا ہے مگر ماہر جانتا ہے کہ اصل پھول دوسرا ہے۔ وہ ابھی آئیں گا پھر اسکے بعد پھل لگیگا۔ یا جیسا صبح کی دو قسمیں ہیں۔ ایک صادق دوسری کاذب پس اسی طرح احوال کی بھی دو قسم ہیں۔ ایک ناقص۔ دوسرے کامل۔ پہلے احوال پیدا ہو کر مضمحل ہو جاتے ہیں۔ پھر دوسرے احوال ایک عرصہ کے بعد پیدا ہوتے ہیں اور وہ ساختہ ہوتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں ۵

بسیار سفر باید تا پخت شود خامے

(۱۲۶) فرمایا معقولیوں کے نزدیک تو افعال اختیار یہ میں اُن کی غایت کا تصور لازم عقلی ہے مگر میرے نزدیک لازم عادی ہے اور وہ بھی اُمور شاقہ میں در نہ بہت دفعہ مثلاً گھٹے گذرتے ہیں بکو اس کرتے ہوئے اور اس سے پہلے کوئی غایت تصور میں نہیں ہوتی۔

(۱۴۷) فرمایا حدیث میں متاخرین کے ایمان کو اعجب فرمایا ہے اکمل نہیں فرمایا اکمل تو صحابہ کرام ایمان پر

(۱۲۸) فرمایا محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے سے کہیں ۱۵ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جامع مسجد میں پانچ سو کا

مگر علامہ نے لکھا ہے کہ یہ بحثیں نمازیں محلہ والے کیلئے کیف میں پانچ سو سے فصل ہیں اسی طرح تقدیم عمل

ضروری علی رمضان کا ثواب بنسبت عمل فی رمضان کے کم میں تو کم ہوگا مگر کیف میں زیادہ ہوگا۔ پس

حادثہ میں جو اعمال رمضان کا قضا عفت آیا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر رمضان کے قبل مثلاً عید

کی حاجت ہو تو رمضان کا انتظار کرے پس مقصود تاخیر عن رمضان ہے و مانعت ہے نہ کہ تقدیم علی رمضان ہے۔

(۱۲۹) فرمایا عقائد کا انزال پر بھی پڑتا ہے اس کے عقائد سے یہ اثر بھی مقصود ہے مثلاً مسئلہ

توحید میں ایک محقق نے اس اثر کو ظاہر کیا ہے ۵

موجودہ برائے دینی زندگی پر
پھر فلاں ہندی پنہی پر سرش

امید و نگرشش نباشد ز کس
همین است بنیاد تو امید و نگرش

اس کی تائید آیت سے بھی ملتی ہے جیسا کہ سورہ حدید میں تعلیم مسلمانوں کے لیے اس کی ایک فائیت اس طرح

ارشاد فرمائی ہے کہ لکھو اے اعلیٰ مافا تم کو ولا نفر من ابائنا تاکہ کیونکہ یہاں کوئی نہ کوئی عامل

فروم مقدار ہوگا اور وہ جو اقبل کے مناسب ہو اور وہ اخلاص یعنی اخبر عن هذا المسئلة لکیرا

تاکسید ۱۲ تو اس بنا اور تقدیر سے عقیدہ کا ان اثر خاص ہو گا کہ اس سے بھر کا موحا آئے اور عجب نہیں ہوتا

اس وقت جو عقیدہ ہے کہ کسی ملک کا راجہ ایک فاضل اور شریف تاجدار ہے اور اسے فوراً سے معلوم ہو سکتا ہے۔

۱۷۵ / نام ایک مقام سے کہ خط آتا ہے کہ ایک مشق خاصہ ۱۷۵ و سہ درجہ کھلایا سا رکھا گیا ہے اگر

[illegible]

اسٹیو ریڈبرائن کو اسے سالانہ سالانہ کیونکر دیکھنا چاہیے وہ اس کے لیے ایک اور نوکری کی تلاش کر رہے ہیں۔

ہفتے کے دنوں میں اس کتاب کی پوری تفسیر اور تفسیر ہو۔ رسیدہ روزوں کی تعداد بھی بتائی گئی ہے۔

محرک کرے۔ بعد اسی سال سے یہ پائیس ہے۔

۱) علم ۱۱) فرمایا اہل علم میں سے جو کسی شے کو جاننا چاہے کہ اس کی اصل و علت کون سی ہے اسے چاہیے

پیرائے اپرلوں میں ذلت تھیں اور اسمعنا وشی بیت دین کے اعزاز کی جگہ چاہتے اس بیت سے لیا

(باقی آئندہ)

قرآن مجید میں تکرار کیوں ہے؟

(از شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ)

آجکل قرآن پاک کے متعلق مخالفین نے سفیانہ نکتہ چینوں کا جو سلسلہ قائم کیا ہے اُس کا ایک نمبر یہ بھی ہے کہ ”اگر قرآن مجید خدا کا کلام ہوتا تو ہرگز اُس میں ایک ہی قصہ یا ایک ہی عبارت اور آیت کو بار بار نہ دہرایا جاتا۔ اس طول عبت اور بیفائدہ تکرار کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ سُسنے والے کی طبیعت اکتاپائے اور وہ خدا کے برتر کے کلام کو ایک پامال اور مبتذل کلام سمجھنے لگے (مَعَاذَ اللہ مِنْهَا)“

تم خود دیکھ لو کہ حضرت ابراہیم، حضرت اسمعیل، حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت صالح، حضرت شعیب اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے واقعات قرآن میں کتنی جگہ مذکور ہیں۔ اور حضرت موسیٰ اور فرعون کے ذکر سے تو شاید ہی قرآن کا کوئی صفحہ خالی ہو۔ اس کے علاوہ بعض سورتوں میں ذیابِی الاکوثر بکما تُلذَّ بِانہ اور ذیل یومئذٍ لِلْمُکَذَّبِینَ وغیرہ الفاظ کو اس کثرت سے دہرایا ہے کہ تکرار کی کوئی حد باقی نہیں رکھی۔ جو سراسر ایک فصیح و بلیغ اور اعلیٰ درجے کے فصیح و بلیغ کی شان کے خلاف ہے۔ سورہ کافرون (قل یا ایک مختصر سی سورۃ تھی مگر اُس کی خانہ بُری بھی چند الفاظ کے اُلٹ پھیر کے بغیر نہ ہو سکی۔ کیا ایسے کلام کو ایک سلیط اور تاج و قدرت والے خدا کی طرف منسوب کرنا گستاخی نہیں ہے؟“

یہ ہی اعتراض ہے جسکو ہمارے مہربان مختلف الفاظ مختلف پہلوؤں سے ادا کرتے رہتے ہیں اور جسکی بنا پر ہمکو ترمیم قرآن کی رائے دیکانی ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم اس اعتراض کی مکروری یا معترض کی ناواقفیت سے پہلک کو مطلع کریں۔ یہ بتادینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور اسی قسم کے تمام اعتراضات کو جنکی اشاعت اس وقت کی جاری ہے ہمارے معصروں کی جدت طبع کا نتیجہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ متقدمین کی تصنیفات میں بالتفصیل ان اعتراضات کی تردید کی گئی ہے۔ اور قرآن یا اسلام کے متعلق خوردہ گیری کی جو صورت ممکن بھی تھی نہایت صاف اور روشن دلائل سے زمانہ سابق میں اُس کا البطل ہو چکا ہے۔

یہ ہی مسئلہ جسکے متعلق بالفعل ہم بحث کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ علماء اسلام کی متعدد تحریروں میں مجملًا اور مفصلًا موجود ہے۔ سید مرتضیٰ، علامہ سیوطی، امام فخر الدین رازی اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ

کے بیانات اس بارے میں ایسے کافی کافی ہیں کہ ہم کو ان کے اندر کسی زیادہ ترہیم یا اضافے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اب ہم جو کچھ لکھیں گے وہ اکثر ان ہی بزرگوں کے اقوال سے ماخوذ ہوگا۔ وہ اعتراض جسکی تقریر اوپر نقل کی گئی درحقیقت ان دو اعتراضوں پر متل ہے۔

(۱) جو واقعہ ایک دفعہ قرآن میں بیان ہو چکا ہو مختلف پیرایوں میں اُس کا اعادہ کرنا۔

(۲) ایک ہی جملہ یا ایک ہی آیت کو بالفاظِ بار بار دہرانا۔

آخر اول کی نسبت غالباً یہ کہنا کافی ہوگا کہ اکثر اوقات ایک واقعہ اپنے مختلف اجزاء کے اعتبار سے بہت سے تذکروں اور متعدد نتائج پر حاوی ہوتا ہے جس کی وجہ سے متکلم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ہر مقام کی ضروریات کا لحاظ کر کے اُسی ایک واقعہ کو مختلف تعبیرات کے ساتھ ادا کرتا رہے۔ اور ہر ایک موقعہ پر اُس سے ایک ایسے نتیجہ اور مطلب کا قصد کرے جسکی نیت دوسری جگہ نہیں کی گئی۔ مثلاً موسیٰ اور فرعون کے واقعہ کے کئی جزو ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک حیرت انگیز طریقے سے فرعون کے یہاں پہنچنا اور اُسی کی آغوش میں تربیت پانا۔ قبیلے کو قتل کر کے مدین کی طرف بھاگنا۔ وہاں ایک انوکھے طور پر نکاح ہو جانا۔ آگ دیکھ کر یہاڑی پر جانا اور وہاں سے منصب نبوت کا عطا ہونا۔ پھر دعوتِ ایمان دینے کے لئے فرعون کے پاس واپس آنا۔ فرعون کا تمرد کے ساتھ سوال و جواب کرنا۔ معجزات دیکھ کر فرعون اور تمام ساحروں کا ذلیل ہونا۔ آخر کار فرعون کا دریائے نیل میں غرق ہونا۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا منظرِ منصور ہو کر بنی اسرائیل کو روزِ روز کے عذاب سے بچالینا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اب فرض کرو کہ قرآن میں اس قصے کا ذکر کیا گیا تو اس سے چند مقاصد متعلق ہو سکتے ہیں۔ کسی موقعہ پر خدا تعالیٰ کو اس سے اپنی وسعتِ قدرت اور عظمت و جلال کا اظہار مقصود ہوگا کہ اُس کی بزرگوں طاقت اور سطوت و جبروت نے فرعون جیسے مغرور اور متکبر بادشاہوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھی۔

دم کے دم میں اُن کے تحت الٹ دے۔ تمام سلطنت کو زیر و زبر کر ڈالا اور اتنے بڑے ساز و سامان و لاکھ طرح سے گور و کفن مارا لگیا۔ کسی جگہ ان ہی پُرہیمیت اور افسوسناک واقعات سے غافل بندوں کو عبرت دلانا منظور ہوگی کہ تم کو بھی اُن معاصی اور کفریات سے باز رہنا چاہئے جن کا خمیازہ پہلی تو میں بھگت چکی ہیں ورنہ کچھ بعید نہیں کہ خدا کی طرف سے تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ ہو۔

کہیں پر حضرت موسیٰ اور اُن کے امتیوں پر احسان جتنا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تم پر یہ انعام کئے۔ ایک ایسے جابر اور خوشخوار بادشاہ کے ہاتھوں سے تم کو رہائی ملی جسکی مفاد و مدت کی تم تاب نہیں لاسکتے تھے اگر تائید ایزدی تمہاری مددگار نہ ہوتی۔ کسی مقام میں معجزات کے ذریعے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنی ہے کہ فرعون کو ہم نے بغیر اتمام حجت کے ہلاک نہیں کیا۔ بلکہ موسیٰ نے اپنی نبوت کے ثبوت میں ایسی ایسی آیات بینات پیش کیں جن کے بعد فرعون کو ہم سے سرتابی کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔

یہ اور اسی قسم کے مقاصد جن کا استقصاء ہم نہیں کر سکتے اُن تمام قصص و واقعات میں ملحوظ رکھے جاسکتے ہیں جو قرآن شریف میں تھوڑے تھوڑے عبارتی تغیرات کے ساتھ باجماع مذکور ہوئے ہیں۔ یہاں یہ نیکو گروہ اُس حکمت کی طرف بھی کچھ اشارہ کر جائیں تو بیجا نہ ہو گا جس کا بعض قرآنی واقعات کی تکرار میں مضمر ہو نا ہمارے نزدیک ممکن ہے۔ لیکن اُس کی سند میں ہم کو اگلے بزرگوں میں سے کسی کا قول دستاب نہیں ہو سکا۔ دھو ہذا۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اپنے بزرگوں اور مقدسوں کے محاسن تکبر پر انسان خوش ہوتا ہے اور کسی شخص کو اپنی طرف مائل کرنے کا ذریعہ بھی ہمارے نزدیک اس سے بہتر نہیں ہو سکتا کہ اُن کے آباء و اجداد اور مذہبی پیشواؤں کی خوب کشادہ پیشانی کے ساتھ تعریف کی جائے اور اُن کے کمالات کا بار بار اعتراف کیا جائے۔ اتنا فرق ہے کہ مطلق العنان شاعر اُن کی مدح سرائی میں ایسا رطل اللسان ہو جاتا ہے کہ اُس کو جھوٹ اور سچ کی بھی تمیز نہیں رہتی۔ لیکن ایک راست باز اور دانشمند آدمی اکابر کی واقعی تعریف کر کے اُن کے پیروں کو اپنی جانب موجد کر لیتا ہے اور ہرگز اپنی اخلاقی صفائی کو مبالغہ اور جھوٹ کی رنگ آمیزی سے مکر نہیں بناتا۔

اُس صحیح قاعدے کو ذہن نشین کرتے ہوئے اس پر غور کرنا ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بڑی جاعتیں کن لوگوں کی تھیں جو ہر وقت آپ سے برسہا برسہا کرتی تھیں۔ اور ان سے قرآن مجید کے اکثر خطابات کا تعلق تھا۔ اس کا جواب بہت آسانی کے ساتھ یہ دیا جاسکتا ہے کہ آپ کے نام نہ مخاطب اور آپ کی مخالفت میں کثیر حصہ لینے والے کل میں گروہ تھے۔

یہود نصاریٰ اور مشرکین جن میں سے یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیغمبر مانتے تھے۔ نصاریٰ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ اور مشرکین مکہ کے یہاں اصنام کے سوا حضرت ابراہیم
حضرت اسمعیل اور بعض اور انبیاء علیہم السلام کا احترام ہوتا تھا۔

قرآن مجید چونکہ فصاحت و بلاغت کا چشمہ ہے اور اُس کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو اعتدال پسند
اور حکمت کے ساتھ اپنی پاکیزہ تعلیم کی طرف مائل کرے۔ اسلئے ضرور ہوا کہ ان اقوام کی غلط فہمیوں
کے رفع کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کے مُسلم مقتداؤں کی نیچی من و مستالیش میں نہایت بشارت اور
خندہ روئی سے کام لے۔ تاکہ لوگ اُس کی آواز کو ایک مانوس آواز سمجھ کر بطوع و رغبت اُس کی طرف
مائل ہوں۔ نہ یہ کہ متوحش ہو کر اُس سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ اس صورت میں حضرت ابراہیمؑ
حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ وغیرہ کے مناقب و فضائل کو مکرر سہ کر رہے ہونے کی ایک
معتول توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ اور چونکہ قرآن کی تصریح کے موافق یہود کو آپ کے ساتھ سب سے زیادہ
عداوت تھی تو ممکن ہے کہ اسی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کا ذکر قرآن شریف میں تمام انبیاء علیہم السلام
سے زیادہ ہوا ہو۔

بہر کیف قرآن پاک میں واقعات یا مطالب کا اعادہ لاطائل درخالی از حکمت نہیں ہے۔

ایک ہی چیز سے مختلف مقامات میں مختلف فوائد حاصل کئے گئے ہیں۔ جن کا انکشاف آیات قرآنی
میں غرض اور تامل کرنے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ یا اس کثرت تکرار سے کوئی ایسی غرض حاصل کی گئی ہو
جسکے لئے صرف ایک دفعہ ذکر کر دینا کافی نہ ہو سکتا تھا۔

اس جگہ مناسب ہے کہ ہم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وہ گرامی قدر رائے
بھی مع تشریح کے نقل کر دیں جو انہوں نے تکرار مطالب قرآن کے متعلق ”اکسیر فی اصول التفسیر“ میں
ظاہر فرمائی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:-

”تکرار مطالب در قرآن کریم بمائے آنت کہ انچہ خواہیم کہ سامع را افادہ نماید دو قسم می باشد
یکے آنکہ مقصود آنجا مجروح تعلیم مالا تعلیم بود۔ تا مخاطب کم محمول را معلوم کند و آن نادانستہ دانستہ گردد و
دیگر آنکہ مقصود آنحضرت صریح آں علم در مد کہ او باشد تا ازاں لذت فراوان گیرد و رنگ این علم بر
ہمہ قوی غالب آید و قرآن کریم بہ نسبت ہر یکے از علوم خمسہ کہ بیان شد خواہد آمد ہر دو قسم افادہ الہاد
فرمود۔ تعلیم مالا تعلیم بہ نسبت جاہل۔ و رنگین ساختن نفوس بدال بسبب تکرار بہ نسبت عالم۔

اللہ مگر اکثر احکام کہ تکرار آنجا حاصل نہ شدہ افادہ دوم آنجا مطلوب نبودہ۔ ولہذا در شریعت بہت تکرار تلاوت امر فرمودہ اند۔ نہ مجرد فہم الکفا کردہ اند۔ این قدر فرق ہنماہ اند کہ در اکثر احوال تکرار آن مسائل بعبارت تازہ واسلوب جدید اختیار فرمودہ اند تا اوقع باشد در نفوس والذبا شد دراذہان۔ اگر تکرار بیک لفظ کنند چیزے باشد کہ بطور وظیفہ آنرا تکرار نمایند در صورت اختلاف تعبیرات و تغایر سالیب ذہن فوض کند و خاطر بکلی در آن فرورود ۱۵

آس کا مطلب مزید توضیح کے ساتھ یہ ہے کہ قرآن کی ہر تعلیم اور ہر حکم کے مخاطب درو قسم کے آدمی ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو پہلے سے اس حکم سے ناواقف ہوں اور اب ان کو صرف واقف بنانا مقصود ہو۔ اور ایک وہ جن کو پیشتر ہی اس تعلیم کا فائدہ حاصل ہو چکا تھا۔

لیکن ان کے قلب میں یہ کیفیت راسخ نہ ہوئی تھی۔ اس اخیر گروہ سے محض اسلئے خطاب کیا جاتا ہے کہ ان کے دلوں میں یہ تعلیم خوب جگہ پکڑ جائے اور اس کے اندرونی اعتقادات اس طرح رگ و پے میں سرایت کر جائیں کہ ان کا اثر تمام قویٰ اور اعضا جسمانی پر ظاہر ہونے لگے بہر حال مخاطب اول صرف ایک چیز کا علم حاصل کرتا ہے اور دوسرا اس علم کے رسوخ اور استحکام کا طالب ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ دوسرا مرتبہ پہلے سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے۔ اب ہم ان دونوں درجات کے فرق کو ایک عام فہم مثال کے ضمن میں بتلاتے ہیں۔ ۱۶

اس بات کا ہلکواں ٹکواں اور سبکو یقین ہے کہ مساکین اور یتیموں پر رحم کرنا خدا کی قربت اور خوشنودی کا باعث ہے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی فضیلت ہم اپنے وعظوں میں سینکڑوں استدالات سے ثابت کیا کرتے ہیں۔ لیکن کیا ہم میں سے ہر شخص سچائی کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ مدۃ العمر میں اگر اُسکو کوئی شکستہ حال فقیر ملا ہو جسکے بدن اور موئے پکڑوں میں سے پسینے کی بدبو بھی آتی ہو تو اُسکی مارات تو درکنار اُس نے اُسکو اپنے برابر بٹھانا بھی گوارا کیا ہو۔ ہاں خدا کے بعض شاذ و نادر بہت ایسے بھی نکلیں گے جو اُسکی خستہ حالی کو دیکھ کر تڑپ جائیں گے

۱۷ دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ کراچور صفحہ (۱۰) ۱۵ اس فرق کی مفصل تقریر مقدمہ ابن خلدون کے اندر ظم

کلام کی تاریخ میں دیکھنا چاہئے ۱۲

اور ہر ممکن طریقہ سے اُس کی اصلاح و درستی کی فکر کریں گے۔ اگرچہ اُن کو اُس میں کچھ موانع بھی پیش آئیں۔

ان دونوں شخصوں میں مابہ الاختیار صرف یہ ہی ہے کہ ایک کو غربا کی مدارات کے محمود ہونے کا علم ہے۔ اور دوسرے کے اندر علاوہ اس علم کے ایک کیفیتِ راسخہ بھی پائی جاتی ہے جو ضرورت کے وقت اُس کے تمام جوارح اور اعضا کو متحرک کر دیتی ہے۔ یہ ہی کیفیت جسکو ہم حال اور ملکہ سے تعبیر کرتے ہیں شریعت کے تمام علمی احکام میں مقصود قرار دینا چاہیے۔

اور یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ کسی کام میں یہ ملکہ اسکے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کہ اُس کام کی مشق بہت التزام اور مداومت کے ساتھ کی جائے۔ تو جیسا کہ نماز۔ روزہ۔ اور تمام عبادات کو مداومت اور پابندی کے ساتھ ادا کرنا اس کا سبب ہے کہ ہم اطاعت اور انقیاد کے کامل خواہر ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات اُسکے ترک سے زحمت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اسی طرح کلمہ توحید اور خدا کے اسمائے گرامی کا نہایت کثرت سے جپنا یہ اثر رکھتا ہے کہ خدا کے تصور اور اُس کی توحید کو ہمارے دلوں میں ایسا نشین کر دے کہ اُسکی طرف سے ہم کو ایک دم بھی غفلت نہ ہو اور اُس کا رنگ نمایاں طور پر ہماری تمام حرکات و سکنات میں ظاہر ہونے لگے۔ اس قسم کے لوگ جنکو یہ کیفیت حاصل ہو گئی ہو صاحبِ دل۔ کامل الایمان۔ اور اہل اللہ کہلاتے ہیں۔ ان کا وجود ہر زمانے میں پایا جاتا ہے اور کثرتِ ذکر و فکر ہی ان کا دائمی وظیفہ ہے

عرض جب یہ بات خوب طرح سمجھ میں آگئی کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں جانجا ہلکو تکثیرِ ذکر پر کیوں اُفتاد کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے تلاوتِ قرآن کریم کیوں تاکید فرمائی اور حدیث میں یہ ارشاد کیوں ہوا کہ

خَيْرُ الْعَمَلِ مَا دِنِمَّ عَلَيْهِ یعنی بہتر عمل وہ ہے جسپر ادا مت کی جائے۔

تو اب اس عقدے کا حل کرنا بھی کچھ مشکل نہ رہا کہ قرآن میں بہت سے مطالب یا واقعات کو کئی دفعہ کیوں لکھا گیا ہے۔ ہم بسہولت کہہ سکتے ہیں کہ جس ملکہ کے حاصل کرنے اور جس کیفیت کو راسخ بنانیکے واسطے کثرتِ ذکر۔ کثرتِ تلاوت اور کثرتِ عمل کو ذریعہ قرار دیا گیا ہے اُسی کے ذرائع ہیں سے اگر ہمارے مطالب قرآن کو بھی شمار کر لیا جائے تو کیا نقصان ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ مطالب

اور واقعات کی تکرار اگر ہر جگہ تازہ عبارت اور نئے اسلوب کے ساتھ ہوگی تو اختلاف تعبیرات کی وجہ سے ذہن کو اُس میں زیادہ غور و غوض کرنے کا موقع ملے گا۔ اور مذکر کہ ہر دفعہ ایک نئی لذت حاصل ہوگی جو پہلے نہ تھی۔ بخلاف اسکے اگر ایک آیت کو بار بار بالفاظِ مذہب یا جانیگے تو اُس میں صرف اُسی قدر مزہ آئیگا جو قاری کو کثرتِ تلاوت میں آنا چاہیے جسکو ہم قند مکر کے لطف سے تشبیہ دیکھتے ہیں اور یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ

هُوَ يَلْبِسُ مَا لَزِمَتْهُ تَبَضُّوعٌ وہ مشک کا طرہ ہے کہ بار بار استعمال ہی ہو سکتا ہے

لیکن یہ بھی اُس صورت میں ہے جب کہ ہم اُن الفاظ کی تکرار کو حقیقی تکرار تسلیم کر لیں اور ایسا نہ کہیں جیسا کہ البواعیاس ثعلب نے سورہ کافرون کی تکرار میں کہا ہے کہ اول آیت (لَا اَعْبُدُ مَا اَعْبَدُؤْنَ وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبَدُ) میں زمانہ حال کا قصد کیا گیا ہے اور دوسری آیت (وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْنَ مَا اَعْبَدُ) میں استقبال کا۔

گویا یہ خلاصہ ہوا کہ ہم (مسلمان) اور تم (لے کفار) نہ فی الحال ایک دوسرے کے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اور نہ آئندہ کریں گے۔ اس تاویل کے موافق یہ کہنا پڑے گا کہ گو اس سورہ میں بعض جملے مکرر ہیں۔ مگر باعتبار معنی کے تکرار نہیں ہے اور یہ کہ یہ سورہ حسب تفسیر مقاتل ابو جہل وغیرہ ایسے کفار کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بعد میں تاعرگ ایمان نہیں لائے جن میں سے عائشہ بن وائل وکید بن المغیرہ۔ اسود بن المطلب۔ اسود بن عبد یغوث اور عدی بن قیس بھی تھے۔

اسی طرح ایک یہ جواب بھی سورہ کافرون کے متعلق دیا گیا ہے جسکو سید مرتضیٰ بہت ہی غریب بتلاتے ہیں کہ پہلی آیت میں ماکو موصولہ اور دوسری میں مصدر یہ لیا جائے۔ اس وقت یہ مطلب ہوگا کہ ہم اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے معبودوں کی عبادت نہیں کرتا۔ اور نہ ہماری اور تمہاری عبادت ایک طرح کی ہے۔ ہم ایک خدائے واحد کی خالص ہو کر عبادت کرتے ہیں اور تم اپنی پرستش کو بتوں کی شرکت سے ملوث کر دیتے ہو۔

مگر ان دونوں جوابوں سے آسان وہ جواب ہے جسکو سید مرتضیٰ نے فراہ سے نقل کیا ہے کہ یہاں پر تکرار محض تاکید کے لئے ہو جیسا کہ کلام عرب میں اثبات مؤکد کیلئے بلی۔ بلی۔

(ہاں ہاں) اور نفی مؤکد کے واسطے لا (نہیں نہیں) شائع ذائع ہے۔ اور جیسا کہ اس مصرعہ میں لفظ کم کی تکرار بغرض تاکید کی گئی ہے

(ع) کہ نفعۃ کانت لکم کہ کم کہ کم یعنی تم کو کتنی ہی نعمتیں ملیں

یا اس شعر میں ۵

أَرَدْتُ لِنَفْسِي بَعْضَ الْأُمُورِ فَأَوَّلِي لِنَفْسِي أَوَّلِي هَآ

باقی اس کے سوا جو جوابات ابن قتیبہ وغیرہ نے دیے ہیں ان کو ہم منظرِ مختصراً قلم انداز کرتے ہوئے سورہ الرحمن وغیرہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جسکی کثرتِ تکرار کو ہمارے معرض نے بہت ہی استعجاب کی نظر سے دیکھا ہے۔ حالانکہ جن لوگوں نے کلام عرب کا کامل تفحص کیا ہے وہ اس تکرار کی خوبی اور لذت سے واقف ہیں اور ان کے نزدیک یہ تکرار قرآن کی فصاحت و بلاغت کی بڑی نشانی ہے۔

آس امر کے اظہار کی حاجت نہیں کہ سورہ الرحمن میں جتنی دفعہ فَاِتَى الْاَوَّلَ بَلَّغْنَا بَآئِنَہَ آیا ہے کسی نہ کسی نعمت کے ذکر کے بعد آیا ہے اور ہر العام کے بعد بغرض تقریرِ خدا تعالیٰ دریافت فرماتا ہے کہ کیا تم ہمارے اس انعام و احسان کی تکذیب کر سکتے ہو جس سے مقصود یہ ہے کہ سامع ہر ہر نعمت پر متنبہ ہو اور ہر جگہ پر نعمتِ حقیقی کا شکر ادا کرنے کے لئے تیار ہوتا رہے۔

آس قسم کی تکرار جو مختلف چیزوں کی تقریر و تاکید کی غرض سے ہو فصاحت و بلاغت کے خلاف نہیں بلکہ فصاحتِ عرب کے اشعار میں بکثرت موجود ہے۔

عرب کا مشہور شاعر جہل بن ربیعہ کلیب کے مرثیہ میں لکھتا ہے ۵

وہما مر بن عرۃ قد تکرنا علیہ القشعمان من النسور

اور ہم نے ہمارے مرہ کو آپ کر ڈالا کہ اس پر دو بوڑھے کر گس پڑے ہوئے تھے

علی ان لیس عدلا من کلیب اذا طرد الیتیم عن الحنوس

باوجودیکہ کلیب کا کوئی نظیر نہیں جبکہ یتیم بچہ کو ہٹا دے اور یتیم سے دہنکار دہاں

علی ان لیس عدلا من کلیب اذا ما ضیم جیران المجیر

باوجودیکہ کلیب کا کوئی نظیر نہیں جبکہ پناہ دینے والے کے ہمسایہ ظلم کئے جائیں

علی ان لیس عدلاً من کلّیب
 باوجودیکہ کلّیب کا کوئی نظیر نہیں
 علی ان لیس عدلاً من کلّیب
 باوجودیکہ کلّیب کا کوئی نظیر نہیں
 علی ان لیس عدلاً من کلّیب
 باوجودیکہ کلّیب کا کوئی نظیر نہیں
 علی ان لیس عدلاً من کلّیب
 باوجودیکہ کلّیب کا کوئی بدل نہیں
 علی ان لیس عدلاً من کلّیب
 باوجودیکہ کلّیب کا کوئی بدل نہیں
 علی ان لیس عدلاً من کلّیب
 باوجودیکہ کلّیب کا کوئی بدل نہیں
 علی ان لیس عدلاً من کلّیب
 باوجودیکہ کلّیب کا کوئی بدل نہیں

اسی طرح یحییٰ اخیلیہؑ تو بہت بن الحیر کے مرثیہ میں کہتی ہے -

لِنَعْمَ الْفَتَىٰ يَا تَوْبُ كُنْتُ وَكُنْتُ تَكُن
 لے توب تو بہت اچھا جوان تھا اور یہیں تھا
 لِنَعْمَ الْفَتَىٰ يَا تَوْبُ كُنْتُ إِذَا الْفَتَى
 لے توب تو بہت اچھا جوان تھا جبکہ مجھ میں
 لِنَعْمَ الْفَتَىٰ يَا تَوْبُ كُنْتُ لِحَاثِفٍ
 لے توب تو بہت اچھا جوان تھا درنیز اگر واسطے
 لِنَعْمَ الْفَتَىٰ يَا تَوْبُ جَاءَ أَوْ صَاحِبًا
 لے توب تو ہمسایہ اور رفیق ہو نہیں بہت اچھا جوان تھا
 لِنَسْبِقَ لِيَوْمًا كُنْتُ فِيهِ تَحْلُولُ
 کہ جب دن تو ارادہ کرتا تھا کوئی تجھ سے بڑھ جائے
 صَدُورِ الْأَعْلَىٰ وَاسْتَشْدَادِ الْأَسَافِلِ
 سینے بلند قامت آدمیوں کے اور اونچے ہو جائیں
 أَنْتَ لَكِي كُنْجِي وَنَعْمَ الْمُحَامِلُ
 جو تیرے پاس غنیمت ہو نیکی کے آدمی اور تو اچھا دوست کرنا تھا
 وَنَعْمَ الْفَتَىٰ يَا تَوْبُ حِينَ تَنَاضَلِ
 اور تو کی قیمت اچھا جوان تھا جبکہ تیرا انداز کرنا تھا

لَعْمَرَى لَا نَت الْمَرْءَ أَبْكِي لِفَقْدِهِ
اپنی جان کی قسم تو وہ شخص ہے جسکے ہونے پر میں روتی ہوں
لَعْمَرَى لَا نَت الْمَرْءَ أَبْكِي لِفَقْدِهِ
اپنی جان کی قسم تو وہ شخص ہے جسکے ہونے پر میں روتی ہوں
لَعْمَرَى لَا نَت الْمَرْءَ أَبْكِي لِفَقْدِهِ
اپنی جان کی قسم تو وہ شخص ہے جسکے ہونے پر میں روتی ہوں
لَعْمَرَى لَا نَت الْمَرْءَ أَبْكِي لِفَقْدِهِ
اپنی جان کی قسم تو وہ شخص ہے جسکے ہونے پر میں روتی ہوں

نعمان بن بشیر کے چچا کی بیٹی اپنے شوہر کے مرثیہ میں کہتی ہے۔

وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک
وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک
وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک
وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک
وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک
وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک
وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک
وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک
وحدثنی اصحابہ ان مالکاً
اور مجھے مالک کے دوستوں نے کہا کہ بیشک مالک

اسی قسم کے اور سیکڑوں نظائر زبانِ عرب کا تتبع کرنے سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہمارے
معرض کی رسائی ان تک نہیں ہوئی اسلئے اُس کو اپنے مبلغِ علم کے اعتبار سے وہی
کہنا چاہئے جو اُس نے کہا۔

آج ہمارے واسطے صرف یہ بحث باقی ہے کہ اسی سورۃ میں کئی جگہ یہ آیت (فَإِنِّي

الْأَوَّلُ بِكَلِمَاتٍ ثَلَاثٍ ۖ) جہنم کے عذاب اور نکالیف کے بعد لائی گئی ہے۔ حالانکہ رنج و محن کا آثار (فعلتوں) میں شمار کرنا کسی طرح روا نہیں۔

آس کا جواب امام رازی نے غایۃ الایجاز فی درایۃ الامعاز میں اور سیمہ قرنی نے کتاب الامالی میں اس طرح دیا ہے۔

قلنا الوجه في ذلك ان فعل العقاب
 وان لم يكن نعمة فذكره ووصفه و
 الاذن اذ به من اكبر النعم لان
 في ذلك نزهاً عما يستحق به
 العقاب ولغوً على ما يستحق
 به الثواب فانما اشار تعالى
 بقوله فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَكُونُوا
 بعد ذكر جهنم والعذاب فيها الى
 نعمته بوصفها والاذن اربعاً بما
 كتاب الامالى صفحہ مصری۔

اسی مضمون کے ذیل میں علامہ جلال الدین سیوطی اتقان میں تحریر فرماتے ہیں کہ
 (ترجمہ) یہ سوال کیا لگا کہ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ
 (یعنی ہر چیز جو زمین پر ہے فنا ہوئی والی ہے) یہ کونسی
 نعمت تھی جس کے بعد قیامت کے آگے ہر ایک کا تکیہ بیکار ہو
 لایا گیا) تو اس کے متعدد جواب دئے گئے جن میں سے
 عمدہ جواب یہ ہے کہ فنا ہونے میں دارالکلیف
 سے دارالسرور کی طرف انتقال اور مسلمان کے
 من الفاجر - لے

لئے راحت ہوتی ہے۔ اور کافر کے لئے بھی اس اعتبار سے لغت ہے کہ اس کا بیعت کر کے ایک جانب سے مطمئن اور دوسری جانب سے بالوں کر دیا جاتا ہے (یہ منقولہ سچا ہے کہ الیٹس اعدی الراخین)۔

اُس کے علاوہ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مومنین کا آگ میں ڈالنا گویا ہر عذاب ہے مگر اپنے نتیجے کے اعتبار سے بڑی نعمت ہے۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ زر گر سونے کا میل کچیل نکالنے اور اُسکو کندن اور خالص بنانے کے لئے آگ میں ڈالتا ہے۔ باقی کافروں کے حق میں اگر یہ القافی النار سراسر عذاب ہی ہو تب بھی مجموعہ عالم کے اعتبار سے اُسکو رحمت اور نعمت کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خدا کے دوست اُن کی ان سزاؤں کو دیکھ کر اُسی طرح خوش ہوں گے جس طرح کسی چور۔ ڈاکو۔ اور زانی کو سزا ملنے سے خدا کی مخلوق خوش ہوتی ہے۔ تو یہ ہی غیظ و غضب جو ایک مجرم کے حق میں عذاب ہے دوسروں کے لئے بڑی نعمت سمجھنا چاہئے۔

اب ہماری اس تقریر سے اُس اعتراض کے کئی جواب نکل آئے جسکے متعلق ہم نے قلم اٹھایا تھا اور اس طرف بھی ایک گونہ اشارہ ہو گیا کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلَى غَضَبِي کے یہ ہی معنی صحیح ہیں کہ ہر غضب کا منشاء اور اصلی محرک خدا کی رحمت ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

(نوٹ) اس بحث کے متعلق ایک نہایت عمدہ تحقیق کا اقتباس غلام حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات سے ہم نے کیا تھا مگر اس اختصار کی وجہ سے جس کا ملحوظ رکھا جانا اس رسالہ میں ضروری ہے وہ بھی بعض اور مباحث کے درج نہیں ہو سکا۔ ناظرین محافت فرمائیں والسلام۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ

شبیر احمد عثمانی - مدرسہ عربی اسلامیہ دیوبند

کچھ دنوں غم سے لیا چھوڑ کر ہر روز
مشکلیں مانتی کو ہیں بس قبل از دوای
یہ نہ سوچ لے ہم سفر نزدیک یا دور ہے
بس چلائی قلع را عشق اگر منظور ہے
قطع

معجزات ختم المرسلین

از حضرت مولانا قیصل احمد صاحب تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حمد ہے ہر ہر طرح اللہ کی	دی ہدایت جسے سید ہی راہ کی
راہ دکھلا دی ہے مرضیات کی	حد بتا دی جس نے منہیات کی
پھر کرم یہ اور بالائے کرم	وہ نبی بھیجے مکرّم محترم
ابتداء سے انتہا تک بے مثال	سارا عالم اُن کا مہوّن کمال
سلسلہ جن پر نبوت کا تمام	پا گیا قصہ رسالت اختتام
ہر آدابے مثل ہر شے لاجواب	معجزے ملتے کہ بچو صواب

لے اکر العالمیں ہوں صبح و شام

اُن پہ لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

عرض کرتا ہے جمیل تھانوی	کرے لے اللہ دین اس کا قوی
شوق ہے لوگوں کو شعر اشعار کا	شغل بھی ہے بعض نیک اطوار کا
لیکن ان میں رطب یا بس ہے کلام	عمرہ باتوں کا نہیں کچھ اہتمام
بدکتبوں سے بدی کا ہو گا شوق	نیک سے نیکی کا پیدا ہو گا ذوق
کچھ کتابیں نظم کی مشہور ہیں	جن میں قصے نیک بھی مذکور ہیں
ہاں مگر ایسی بھی تصنیفات ہیں	کچھ روایات اُن کی موضوعات ہیں
اور ضعیفوں سے بہت بھرپور ہیں	گوزمانہ بھر میں وہ مشہور ہیں
بیٹھے بیٹھے آگئی دل میں یہ بات	نظم کر کے پیش کر دوں معجزات
اور حضرت م کی خصوصیات بھی	جن سے کل عالم کا دامن ہے تہی
تاکہ ہو ایمان میں تابندگی	روح کو حاصل ہو ان سے زندگی

جوش پر آجائے پھر حُث رسول اور ہو ایمان کامل کا حصول
ہوں حدیثیں سب صحیح و معتبر ہو نہ ضعف و وضع کا جن میں اثر
لوں سیوطی کی خصائص سے سند جس نے وضع و ضعف کر رکھا ہے رد
کل کا ہو سکتا تو ہے مشکل بہت دور اس دریا کا ہے ساحل بہت
چند موتی نظم ہو جائیں اگر قوت ایمان کا دینے کے اثر

نظم ہو جائیں آلہ العالمیں
معجزات پاک ختم المرسلین

(۱)

حضرت آدمؑ کا کچا تھا خمیر شکل انسانی عدم کی تھی اسیر
روح محفوظ ازل میں نقش تھا حضرت احمدؑ ہیں ختم الانبیا
لے آلہ العالمیں ہوں صبح و شام
ان پر لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

(۲)

جسم کی تشکیل فرمائی گئی روح آدم کی نہ تھی ڈالی گئی
اور حضرت م کو نبوت مل گئی لغت عظمائے قدرت مل گئی
ہمد و پیاں بھی مکمل ہو گئے سب کے آخر سب سے اول ہو گئے
لے آلہ العالمیں ہوں صبح و شام
ان پر لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

(۳)

جسم آدم جب مکمل ہو گیا وسط میں شانوں کے تھا لکھا ہوا
وہ محمد یعنی سچے اور امین ہیں رسول اللہ و ختم المرسلین

ملہ مدینہ میں ختم میں کوئی دوسرا کال نہ ہو گا جب تک میں اسکے لئے اسکے باپ اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہیں ملا کہ وہ اور پہلے ملے
ملہ علامہ سیوطی کی کتاب خصائص کبریٰ میں انہوں نے صحیح روایات کا التزام کیا ہے کہ رواہ احمد و الحاکم و البیہقی و رواہ انوار النعمان

لے آگے العالمیں ہوں صبح و شام
اُن پہ لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

(۴)

پشتِ آدم سے نکالی ذریت دیکے اُن کو گفت گو پر تقویت
ساری روجوں سے لیا عہدِ اُکست مومن و کافر کہ ہوں بالا و پست
سب سے پہلے تھا کہا جسے بلی ہیں وہی حضرت محمد مصطفیٰ

لے آگے العالمیں ہوں صبح و شام
اُن پہ لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

(۵)

ذریتِ آدم کی جب ظاہر ہوئی اور نظر پھر سب پہ نہر مائی گئی
بعض کی دیکھی فضیلت بعض پر سب کے میچے نور اک آیا نظر
پوچھا ہے یہ کون - تو حق نے کہا ہے تمہارا بیٹا احمد مصطفیٰ
سب کا اول سب سے آخر میں ہوا سب سے پہلا شافع روز جزا

لے آگے العالمیں ہوں صبح و شام
اُن پہ لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

(۶)

انبیاء کو سب کو جب لایا گیا سب سے اس کا عہد فرمایا گیا
جب محمد آئیں اور تم ہو حیات لاؤ ایسا اُنہ مانو ان کی بات
نصرت و امداد کر کے ساتھ دو اور اسی کا اُمتوں سے عہد لو
ہے نبوت کیا خواہ اس اور کیا عوام ابتدا سے انتہا تک سب کو عام

لے آگے العالمیں ہوں صبح و شام
اُن پہ لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

رواہ ابن ہساکر رحمۃ اللہ علیہ بخاری و ابن ہساکر رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید و رواہ ابن ابی عاتم -

(۷)

حضرت آدم سے جب لغزش ہوئی
 کی دعا یارب محمد کے طفیل
 آئی آواز لے صفی اللہ کے
 عرض کی، جب آپ نے پیدا کیا
 سر اٹھایا تھا کہ ہوں کیا دیکھتا
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہے
 اس سے جانائیں نے لے پروردگار
 نام ہے وہ آپ کے محبوب کا
 اسپہ فرمایا کہ تم نے سچ کہا
 لے آلہ العالمین ہوں صبح و شام

توبہ و بخشش کی پھر کوشش ہوئی
 بخشدے کر دے رواں رحمت کا سیل
 تم محمد کو ہو کیسے جانتے
 روض کو پھر مجھ میں جب القا کیا
 عرش کے پایوں پہ ہے لکھا ہوا
 اور محمد بھی رَسُولُ اللَّهِ ہے
 نام نامی سے ہو ابو ہریرہ
 سب سے زاہد جو مقرب ہو چکا
 وہ نہ ہوتے تو نہ ہوتے تم بپا
 ان پہ لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

(۸)

کی وصیت حضرت آدم نے تھی
 جب بھی ذکر اللہ کا کرتے لگو
 کیونکہ میں نے خود بچشم اہتمام
 آسمانوں میں جو پھر چکر لگا
 جنتوں میں جب ہوا میرا قیام
 حور عین کے سینہ پر ہر پتہ پر
 طوبی و سدرا کا بھی ہر برگ بار
 ہر کنارہ ہر حساب نور کا
 تھا فرشتوں کی بھی آنکھ نہیں کھا
 اسلئے کثرت سے لو تم ان کا نام
 لے آلہ العالمین ہوں صبح و شام

اپنے بیٹے شیت کو جو تھے نبی
 تم محمد کا بھی ہمراہ نام لو
 عرش کے پایوں پہ دیکھا ہے نام
 تھا محمد ہر جگہ لکھا ہوا
 ہر درجہ ہر محل پر تھا یہ نام
 نام سے خالی نہ تھا کوئی شجر
 تھا انہی کے نام سے بافتخار
 اس مبارک نام سے معمور تھا
 نام نامی نور اندر نور تھا
 ہر گھڑی ہے یہ فرشتوں کا بھی کام
 ان پہ لاکھوں رحمتیں لاکھوں سلام

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مِمْيَةِ الْمَدِيحِ وَالشَّاءِ

فی

مَدَحِ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَسَيِّدِ الْأَصْفِيَاءِ سَيِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلِّ صَبَاحٍ وَمَسَاءٍ

(از حضرت مولانا حافظ محمد ادریس صاحب کاندھلوی شیخ التفسیر الدیوبند جامعہ اشرفیہ لاہور)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِذَا كَانَ مَدَحٌ أَوْ ثَنَاءٌ مِمَّنْهُمْ فَالْحَمْدُ لِلَّهِ أَوَّلَى وَأَقْدَمُ

جب کسی قسم کی مدح یا ثناء سے شروع کا ذکر ہو تو اس کیلئے سب سے زیادہ مقدم و مستحق وہ ذات بابرکات ہے جو ساری مخلوق میں زیادہ محترم

وَلَا بَدَّ مِنْ بَحْرِ طَوِيلٍ مَدَحِهِ لِمَا أَنْزَلَ الْخَيْرُ الْمَكَارِمَ وَقَلَّ زَمُّ

اور آپ کی مدح کیلئے "بحر طویل" کا ہونا از بس ضروری ہے۔ کیونکہ آپ کی ذات اقدس میں مکام اخلاق کا دریا و طہر ہے۔

هُوَ الْبَحْرُ لَا قَعْرَ وَلَا سَاحِلَ لَهُ طَوِيلٌ مُدِيدٌ فَوْقَ مَا بَيَّنَّوْهُمْ

آپ ایسا دریا ہیں کہ نہ جسکی نہہ کا پتہ ہے نہ ساحل کا۔ جو مافوق الوہم طویل و عسریض ہے۔

هُوَ الْبَحْرُ إِنْ أَسْفَيْتَ مِنْهُ يَظْهَرُ يَزُولُ الشَّقَاءُ عَنْكَ حَالًا وَتُخَمُّ

وہ ایسا دریا ہے کہ اگر تم کو اس میں سے ایک قطرہ ملا دیا جائے۔ تو محرومی اور شقاوت فوراً تمہاریسے دور ہو کر تم خوش حال ہو جاؤ

هُوَ الْبَحْرُ غَضٌّ فَيَرَى عَلَى أَدْرَاجِهِ تَنَالُ بِكَ كَثْرًا كَبِيرًا وَتَغْنَمُ

اس دریا میں غوطہ لگا کر ملکت و معرفت کے موتی حاصل کرو جس سے تم کو بہت بڑا خزانہ ملے گا اور تم مال مال ہو جاؤ گے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ فِي الْحَيَاتِ مَهِيَّةٌ يَدِينُ بِمَا يَهْوَى وَهُوَ بِرِزْقِهِ

محبت و عشق میں ہر شخص کا ایک طریقہ اور مذہب ہے۔ کہ وہ اسی کے مطابق چلتا ہے

وَدِينِي حُبُّ الْمُصْطَفَى مَنِعُ الْهَدَى أَجَلَ لَوْرِي مَنْ فِي الْجَمَالِ الْمُسْلَمِ

اور میرا دین اور مذہب نبی مصطفیٰ علیہ السلام کی محبت ہی جو ہدایت کا سرچشمہ ہے اور ساری عالم میں سب سے زیادہ طویل القدر میں سے ہے

وَمَنْ يَكُ فِي ذِكْرِي حَبِيبٌ وَمَنْزِلٌ فَإِنِّي بَذَرْتُ الْمُصْطَفَى انْتَرَنَمُ

اگر کوئی میرے حبیب و عزیز ہے تو میں تو نبی اکرم علیہ السلام کے ذکر مبارک کے ساتھ گننا کا ہوں

رَفِي ذَاتِهِ كُلُّ الْحَاسِنِ جُمُعَتْ تَقَى لَقَى الْكَرَمِ الْخَلْقِ اعْلَمُ

اسی کے آپ کی ذات اقدس میں ہر بلکہ محاسن جمع کر دئے گئے۔ آپ متقی پاکیزہ اشرف المخلوق اور اعلم المخلوق ہیں

جَمِيلٌ لَمْ يَأْبَلْ جَمَالَ الْجَسَمِ ضِيَاءُ الْهَدَى بَدْرُ الْكَمَالِ الْمَقَامِ

آپ حسین چہرہ و نہیں بلکہ مجسم جمال ہیں۔ روشنی ہدایت اور کمالات کے ماہ کامل ہیں

سِرَاجٌ مُنِيرٌ يَسْتَضَاءُ بِنُورِهِ صَبِيرٌ مِيلَةٌ بِالْحَيَاءِ مِلْكُهُ

آپ دور روشن چراغ ہیں کہ جبکہ نور سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ آپ صبور و صلیح ہیں اور سرتا یا حبیب و دین

حَسِيبٌ نَسِيبٌ أَوْسَطُ الْعَمَلِ خُلُوعٌ كَيْلُ السَّيْلِ الْخِدْمَةُ مَقْنَعٌ

آپ حب اور نسب میں اعلیٰ اور نجیب الطرفین ہیں۔ سرگرم چشم طویل الخد اور خیمہ

يَبْدُو الْعُلْيَا وَكُلُّ فَضِيلَةٍ عَلَى ذَاتِهِ كُلُّ فَضَائِلِ خَتَمُ

آپ ہی سے ہر فضیلت و کمال کی ابتدا ہے اور آپ ہی کی ذات پر تمام فضائل و کمالات ختم ہوتے ہیں

هُوَ الْمَبْدَأُ أَحْقَا كُلِّ فَضِيلَةٍ هُوَ الْخَيْرُ الْمَرْفُوعُ عَنْهَا الْمَقْدَمُ

آپ ہی بلاشبہ ہر فضیلت کا مبداء ہیں اور آپ ہی تمام فضائل و کمالات کی خبر مقدم ہیں

وَرَوْحُ الْجَمَانِ الْفَضَائِلِ الْعُلَى بِهِ الْجَدُّ نَحْيُ الْعُلَى وَالْثَرَمُ

اور آپ ہی فضائل و کمالات کے جسم کی روح و دوا ہیں اور آپ ہی سے کرم و فضل اور مجد و شرف زندہ ہوتا ہے

وَيَا مُنْكَرُ الْجَوْهَرِ الْفَرْدِ اسْمَعْنِ ^{بسم اللہ الرحمن الرحیم} هُوَ الْجَوْهَرُ الْفَرْدُ الَّذِي لَا يَنْقَسِمُ

اسے ”جو ہر فرد“ کے منکر اسم رکھو! کہ آپ ہی وہ جو برکت میں جس کی تقسیم نہیں کی جاسکتی

وَلَا تُدْرِكُ الْأَفْلاكُ عِنْدَ عِلَاقِهِ هُوَ الْعَرْشُ عَرْشُكَ لِلرِّسَالَةِ الْعَظْمَى

آپ کی بلندی مرتبہ کے سامنے افلاک کا ذکر نہ کر (کیونکہ) آپ تو نبوت و رسالت کے عرشِ عظم ہیں

إِنِّي أَهْدِي ذُو الْمِجْرَاتِ الْعَظِيمَةِ أَتَاَنَا بِنُورِ اللَّهِ وَالْكَوْنُ مُظْلَمٌ

آپ نبی ہدایت ہیں، صاحبِ مجراتِ عظیمہ ہیں۔ آپ ہمارے پاس خدا تعالیٰ کا نور لیکر تشریف لائے جبکہ تمام عالم تاریک تھا

فَأَذْبَرُ كَيْلَ الْغِيِّ إِذْ طَلَعَ الْهَدْيُ وَأَسْفَرَصِمُ الرِّشْدُ النَّاسِ تَوْمٌ

جبکہ اس دنیا میں تشریف لائے تو گمراہی کی شرب تاریک پشت پہری اسلئے کھج برائے نے طلوع کیا اور رشدد ہدایت کی صبح چل اٹھی جبکہ

فَأَيُّظْهَرُ مِنْ قَوْلِهِ الْجَهْلُ الْهَامِيُّ وَطَهَّرَهُمْ مِنْ كُلِّ رَجْسٍ كَهَمُوا

مراہنے کو گمراہی کی حالت و ضلالت کو خواب گراں میں بدل دیا اور اپنے انکو ہر خواست و گندگی سے پاک کیا حالانکہ وہ جیسے خود سبکو معلوم ہو

أَتَاهُمْ وَأَنَارَ النُّبُوَّةَ تَلَمَعَ عَلَى الطَّلَعَةِ الْغَرَّافِ وَالظَّهَرِ مَنِيَسِكُمْ

آپ لوگوں میں تشریف لائے اس حال میں کہ نبوت کے انوار آپ کی نورانی پیشانی میں چمک رہے تھے۔ اور آپ کی پشت مبارک پر ہر نبوت تھی۔

تَأْتِقُ بَرَقُ الْحَقِّ فِي ظُلُمَاتِهِمْ كَأَنِّي بَيَّضَا فِي الدَّجَى يَتَبَسَّمُ

لوگ دھڑسوں کی جن اندھیروں میں تھو امیں حق و صداقت کی کھلی کوندی گویا کہ گمراہی کی تاریکی میں صبح ہدایت مسکراتی ہوئی نمودار ہو رہی ہے

وَقَدْ حَاوَلُوا إِخْفَاءَ شَمْسِ النُّبُوَّةِ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ شَمْسَ الضُّحَى لَا تُكَلَّمُ

اور ان لوگوں نے آفتابِ نبوت کو چھپا دینے کا حکم ارادہ کر لیا (مگر) کیا انکو معلوم نہیں کہ آفتابِ نصف النہار کہیں چھپایا جاسکتا ہے

فَيَا فَاتِحَ الْأَرْسَالِ يَا خَاتِمَ كَلَامِهِ تَأَخَّرْتَ إِرسَالَهُ وَأَنْتَ الْمَقْدَمُ

سو اے وہ ذاتِ اقدس! جو دروازہ رسالت کو کھولنے والے ہیں (یعنی اولِ ارسال میں) اور لے خاتمِ ارسال! آپ نبی منکر (آخر) ہیں

عَيُّونُ الْهَدْيِ الْعِلْمِ مِنْكَ تَفَجَّرَتْ فَارْعَلِمِ الْأَمْنُ جَنَابُكَ لِيَقْسَمُ

علمت اور علم کے چشمے آپ ہی سے نکلے۔ جہاں اس بھی علم ہو وہ حضور ہی کی بارگاہ سے تقسیم ہوتا ہے۔

وَلَا تُدْرِكُ الْأَفْلاكُ عِنْدَ عِلَاقِهِ

وَلَا تُدْرِكُ الْأَفْلاكُ عِنْدَ عِلَاقِهِ

وَلَا تُدْرِكُ الْأَفْلاكُ عِنْدَ عِلَاقِهِ

وَصَدَّكَ حَدُّ الْفَضَائِلِ جَامِعٌ وَعَنْ كُلِّ نَقْصٍ مَا يَنْفَعُ فَهُوَ مُحْكَمٌ

اور آپ کی طرف نام ایسی جامع ہے کہ جو کل فضائل کو جامع ہے اور ہر نقص سے مانع ہے سورہ نہایت محکم ہے۔

وَحَبِيبُكَ يَا خَيْرَ الْوَرَى جَلِيلٌ نَاسِحٌ لِكُلِّ وَدَادٍ لِيُشْغِلَ الْقَلْبَ عَنْكُمْ

اور اے خیر الوری آپ کی محبت، ہر اس محبت کو فنا کرنے والی ہے جو جناب سے قلب کو بھیر دے۔

لِحُبِّهِ سَعْدٌ شَقْوَةٌ وَخَسَارَةٌ وَحُبُّكَ إِسْعَادٌ وَآجُرٌ وَمَغْمٌ

» سعدی، کی محبت تو (سراسر) شقاوت اور خسارہ (کا باعث) ہے۔ اور آپ کی محبت خوشتر بخشی کا سرخندہ اور جزا وغیرہ ہے۔

وَأَكْسَنُ وَجْهِ الْوَرَى وَجْهُ حَسَنٍ وَأَمِينُ كَفِّ مَنْ هُوَ يَنْعَمُ

اور دنیا میں سب سے اچھا چہرہ حسن کا چہرہ ہے۔ اور سب سے زیادہ بابرکت ہاتھ سخی کا ہاتھ ہے۔

وَأَعْظَمُ أَحْسَانٍ لَدَى النَّاسِ كَرَمٌ لِحُسْنِ إِشْدَادِ الْوَالِحِيْنَ فَافْهَمُوا

اور جملہ انسانوں کے نزدیک سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ راہ حق کی ہدایت کر دی جائے۔ سو خوب سمجھ لو!

فَإِنَّ الْهُدَى وَاللَّهُ أَفْضَلُ نِعْمَةٍ بِهِ يَسْعَدُ الْإِنْسَانُ حَقًّا وَيَنْعَمُ

واللہ تعالیٰ ہدایت ہی سب سے بڑا برکت ہے جس سے انسان نیکبخت اور خوش عیش ہو جاتا ہے

وَذَلِكَ مَنْ لَا يَدُّ أَيْنَهُ مِنَّةٌ أَنَا بَابُ الْهَادِي النَّبِيِّ الْمُعْظَمِ

اور یہ ایسا احسان ہے کہ جس کی برابر کوئی احسان نہیں ہو سکتا۔ جو نبی اکرم ہادی و معظم نے ہم کو دیا ہے

فَلَا رَسُولَ لِلَّهِ لَمْ نَعْرِفْ الْهَادِيَّ وَلَا رَبَّ الْمَوْلَى الَّذِي هُوَ أَرْحَمُ

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو ہم ہدایت کو جان بھی نہ سکتے اور نہ اپنے مولائے رحیم کو پہچان سکتے۔

فَلَا رِبِّيُّ الْحَمْدُ مُحَمَّدٌ أَمْبَارًا عَلَى أَنْ هَدَانَا لِلَّهِ فِي أَقْوَمِ

مولائے کریم کا شکر ہے کہ اُس نے ہم کو ٹھیک راستہ کی ہدایت دی۔

وَأَرْسَلْنَا إِلَيْكَ الرُّسُلَ دَاعِيًا إِلَى الْوَلَدِ خَيْرًا لَا يَزَالُ يُعْلَمُ

اور ہم میں اکرم الرسل کو داعی بنا کر بھیجا کہ جنہوں نے ہم کو برہان کی طرف دعوت دی تھی کہ ان کی تعلیم کا سلسلہ اُمت میں قیامت تک

جَزَاهُ إِلَهُ الْعَرْشِ خَيْرَ جَزَائِهِ إِلَى أَبَدِ الْأَبَادِ لَا يَتَصَرَّمُ

خداوند تعالیٰ آپ کو ابد الابد تک اس کی بہترین جزا عطا فرمائے جو کبھی منقطع نہ ہو

أَلَا فَاحْمَدُ وَالْمَوْلَى عَمَّا هَدَيْتُمُوهُ وَصَلُّوْا عَلَى خَيْرِ الْبَرِّ يَا وَسِيْلُوْا

یاد رکھو! خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء کرتے رہو کہ تم کو ہدایت دی گئی۔ اور خیر الخلقین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے رہو

أَلَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَمْ خَلَقْهُ هُوَاكَ مُقِيمٌ فِي صَلَوةِي مُخِيْمٌ

ہاں! اے رسول اللہ! اے خیر الخلقین! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی محبت میری پسلیوں میں خیمہ لگائے ہوئے مقیم ہے

وَأَنْتَ حَبِيبُ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ فَلْتَسْمَا وَلَوْلَاكَ مَا كَانَ الْهُوَى مُتِمِّمٌ

اور آپ زمین و آسمان میں محبوب خدا ہیں اور آپ کی ذات بابرکات ہنوتی تو نہ محبت کا وجود ہوتا اور نہ کوئی عجب عاشق ہوتا

لِحَا اللَّهِ قَلْبًا خَالِيًا عَزَّ وَدَامَ وَعَمَّ قَلْبًا هَائِمًا فِي هَوَاكُمُ

نام لاد کرے خدا اس قلب کو جو تمہاری محبت سے خالی ہو۔ اور یاد کرے اس قلب کو جو آپ کی محبت میں سرگرداں ہے

وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهُ فِي حَبِيبِ وَأَفْلَحَ مَنْ زَاغَا عَنْ سَوَاكُمُ

اور بلاشبہ نام لاد ہوا وہ شخص جس نے اپنے دل کو رزینب کی محبت میں خراب کیا اور بامراد رہا وہ شخص جس نے اپنے نفس کو آپ کے

وَقَدْ ضَاعَ دَمْعٌ قَدْ جَرَى سَوَاكُمُ وَبُورِكَ دَمْعٌ قَدْ هَمَى فَيْكَا وَدَمُ

اور بلاشبہ وہ آنسو ضائع ہو گئے جو آپ کے علاوہ کسی اور کیلئے بہائے گئے اور بابرکات ہیں وہ آنسو یا وہ خون جو آپ کیلئے بہا

فَيَا كَاهَا فِي حَبِيبِي وَزَيْنَبِ أَفْقُ وَأَفْقُ هَذَا الْحَبِيبِ الْمَكْرَمُ

سوائے "سلی" اور "زینب" کی محبت میں سرگرداں۔ سب سے سبیل۔ یہ ہیں حقیقی محبوبِ کرم ان سے محبت کر

وَيَا هَائِمًا فِي أَمْرِي وَمَيِّتٍ وَمَنْ هُوَ فِي نَارِ الْحَوَى يَتَاكُمُ

اور اے "ام اونی" اور "میتہ" کی محبت میں سرگرداں! اور اے وہ شخص کہ جو نارِ عشق میں مل رہا ہے۔

لِحُبِّ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَوَّلَى قَانَهُ بِبَيْتِ الدِّكَرِ الْجَمِيلِ وَمُحْتَمٌ

بلشک محمدؐ ابن عبد اللہؑ کی محبت سب سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ آپ ہی سے ذکرِ جمیل کی ابتدا اور آپ ہی پر ختم ہوتا ہے

اور اے ہائِم کرنا

اَلَا فَاَطْرَبُوْا فِیْ مَدْحِهِ وَتَنَائِبِهِ وَفِیْ شَانِهِ قَوْلُوْا وَغَنَوْا وَزَمِّنُوْا

ہاں! آپ کی مدح و تنائیب و جود و طرب اختیار کرو اور آپ ہی کی شان میں کہو اور گاؤ اور نرمیہ پیردار رہو۔

دَعُوْا وَدَعُوْا ذِکْرَ حَبِیْبٍ مِّنْزِلِ بِذِکْرِیْ اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ تَرْتَمُّوْا

چھوڑو چھوڑو "حبیب و منزل" کی یاد کو، امام المتقین صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذکر کو گنگناؤ۔

فَدَحَّحْکَ یَا خَیْرَ اَلْوَرُوْا مَدْحَ قَاصِرِ عَسَا اَعْلٰی تَقْصِیْرِهِ تَتَرَحَّمْ

میرے خیر الخالق آپ کی مدح ایک عاجز کی سی مدح کی ہے۔ امید ہے کہ میری تقصیروں پر آپ رحم فرمائیں گے

وَ اِنِّیْ وَاِنْ اَلْشَّاتِ اَلْفَ قَصِیْدَةٍ فَتَنَّاكَ اَعْلٰی مِنْ حَقِّ وَاَعْظَمْ

اور آپ کی مدح میں اگرچہ ہزاروں قصیدے بھی لکھ ڈالوں مگر آپ کی شان اس سے بہت اعلیٰ اور ارفع ہے

وَمَنْ ذَا الَّذِیْ یُجِیْزُ جَمِیْعَ صِفَاتِکُمْ اَفْکُلْ یَلِیْغُ فِیْ تَنَّاکَ لَا عَجْمْ

اور ایسا کون ہے جو آپ کی کل صفات کا احاطہ کر سکے۔ آپ کی مدح و ثنا میں زبان فصیح و بلیغ بھی گنگ ہے۔

وَهٰذَا الشَّیْءُ فِیْکَ یَا اَکْرَمَ اَوْرٰی وَعَقْدٌ مَّلَیْحٌ مِّنْ تَنَّاکَ مُنْتَظَمْ

اور لے اکرم الخالق یہ میرا قصیدہ ہے آپ کی شان میں اور ایک موتیوں کا ہار ہے جو آپ کے فضائل و کمالات پر ویسا گیا ہے

وَ اَنْتَ کَرِیْمٌ اَجْوَدُ النَّاسِ کُلِّهِمْ وَمَنْ مَدَحَ الْاَجْوَادَ لَا یَدَّ بَلِّکُمْ

اور آپ کریم النفس میں تمام انسانوں سے زیادہ سخی و ہر شخص بخیر کی مدح کرتا ہے و ضرور بخشش اور اکرم و نورا جاتا ہے

وَلِیْ فِیْکَ اَمَالٌ تَجُوْلُ بِخَاطِرِیْ وَحَاشَاکَ اَنْ تُخْزِیَ الْمُؤْمِنِیْنَ

ابھی حضور سے بہت سی امیدیں و بے نتیجہ جو میری دل میں محوم رہی ہیں اور یہ تو کہیں ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ سے امید رکھوں والا نا کام ہو

عَلِیْکَ صَلَوةُ اللّٰهِ تَمَّ سَلَامُهُ مَعَ الصَّحْبِ بِهُمْ لِرَشْدِ الْحَقِّ اَلْیَوْمِ

آپ پر خدا تعالیٰ کا صلوة و سلام ہو۔ اور تمام اُن صحابہ پر بھی جو کہ ہدایت و ارشاد کے ستارے تھے۔

اَلَا اَیُّهَا الْخُلَآءُ اَوْصُوْا صَلَیْیَةً دَعُوْا اَمِنْ سِوَاہُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

سننا! اے امت! تم لو کہ ایک وصیت کرتا ہوں کہ نہی کر تم ص کے علاوہ سب کو چھوڑ دو۔ اور السلام علیکم۔

ایک مکتوب

(از میر)

حاج احمد اوصہلیا۔ ماہ صفر کے رسائل میں جناب عبد الماجد صاحب دیباہی کے متعلق حضرت مولانا محمد ادریس صاحب زید مجدہم کا ایک ضمون شائع ہوا تھا۔ اس ضمون کی شاعت کا مقصد محض کلمہ حق کی شاعت، اور خصوصاً ان حضرات کے سوال کا جواب تھا کہ جو بار بار یہ پوچھتے تھے کہ حضرت حکیم الامتہ مولانا محمد اشرف علی صاحب تاجانی قدس سرہم کے ساتھ خصوصی تعلق کے ساتھ یہ قادیانیت، نوازی کیسی؟ چنانچہ حضرت مولانا نے اپنے ضمون میں یہ بھی تحریر فرمایا تھا کہ ”جب حضرت رحمہ کے مسلک پر کوئی شخص قائم ہی نہ رہا تو اسے تعلق خود بخود منقطع ہو گیا!“

آس سے نہ اس امر کا انکار مقصود تھا کہ ان کا تعلق حضرت رحمہ سے سب سے تھا ہی نہیں۔ اور کسی کی دل آزاری و تحقیر مقصود تھی۔ بلکہ مذہب حق کی وفادات اور حضرت رحمہ کے مسلک کی تشریح تھی۔ اور یہ امر بال ظاہر ہی۔ اس وقت ان چند سطور کی تحریر کا محرک حضرت الاستاذ مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہم شیخ الحدیث مدبرہ عالیہ نظام علوم سہارنپور کا وہ مکتوب گرامی ہوا جو آن محترم نے ہندوستان سے حضرت مولانا محمد ادریس صاحب مدظلہ کے کتب خانہ میں ارسال فرمایا جو ذیل میں مجسمہ درج ہے۔

آس مکتوب گرامی کی نقل سے بھی یہی مقصود ہے کہ عالمہ مسلمین کو اس امر کی واضح طریق پر اطلاع ہو جائے کہ قادیانیت کے کفر و اتداد کا مسئلہ السبلہ بغیر اسلحہ ہے کہ تمام اہل حق اس پر اجماع رکھتے ہیں اور اس کی غلطی و زنی کی کسی طرح کوئی گنجائش نکلتی ہی نہیں۔ وَمَا عَلَيْنَا الْاَلْبَاغ

مکتوب گرامی کی نقل | مکرم و محترم مدنیو ضلم۔ بعد سلام منون!

آپ کی مختلف النوع کی مفید تالیفات سے ہمیشہ ہی مسرت ہوتی رہتی ہے۔ حتیٰ تو اہل شانسان فیوض و برکات کو تادیر قائم رکھے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ انتشار کو ذرا آہ آپ کیسے ترقی درجات کا زلیعہ بنائے۔ آس وقت اس کارڈ کا محرک آپ کا تازہ ضمون ہوا جو عبد الماجد صاحب دیباہی کے رویں ایک صاحب نے دکھایا۔ یہ مسرت کا سبب ہوا۔ دل و دعاؤں کی بڑی محنت و توفیق اس کی ترویج کی ہے، بالخصوص حضرت تاجانی قدس سرہ کو ملحقہ خدام کی طرف سے۔ اسلئے کہ حضرت قدس سرہ کیساتھ خصوصی تعلق کی وجہ سے ان کی قادیانیت نوازی سے نقصان پہنچا ہے۔ والسلام۔ زکریا۔ از نظام علوم سہارنپور

نظریہ دو قرآن پر ایک نظر

(از حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند)

یہ حضرت قاری صاحب کا وہی مضمون ہے جو پنجاب کے ایک شہور اہل قلم یعنی
ڈاکٹر غلام جیلانی برقی کی تصنیف ”دو قرآن“ کے رد میں لکھا گیا اور ”انوار العلوم“
میں بالاقساط شائع ہوا۔

آب یہ کتابی صورت میں نہایت اعلیٰ کتابت و طباعت اور رنگین گرد پوش
کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

شائقین حضرات طلب فرمائیں۔ قیمت مجلد ڈیڑھ روپیہ

تعلیم الدین - حیوة المسلمین - آداب المعاشرة
معجزات اور اسلام - حصول اکابر مدرسہ دار
ملنے کا پتہ - مدیر ”انوار العلوم“ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

ملفوظات حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ

یعنی
فیوض الرحمن

جمع کردہ مولانا عزیز الرحمن صاحب - صفحات ۶۰

قیمت ۸ ر

ملنے کا پتہ - مولانا عزیز الرحمن مدرسہ عربی - گورنمنٹ

ہائی اسکول - ایبٹ آباد (ہزارہ)

مختصر قواعد ماہنامہ انوار العلوم



- (۱) رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی دس تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔
- (۲) جن اصحاب کے پاس ۲۰ تاریخ تک پرچہ نہ پہنچے وہ اپنے خریداری نمبر کے حوالہ سے دوبارہ رسالہ منگوا سکتے ہیں ۲۰ تاریخ کے بعد آنیوالی اطلاعات کا ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا نیز جن خطوط پر خرید نمبر کا حوالہ نہ ہوگا ان کی بھی تعمیل نہ ہو سکیگی۔
- (۳) جملہ امور کے لئے خط و کتابت مدیر رسالہ سے کیجائے۔
- (۴) جوابی امور کیلئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا لازمی ہے۔
- (۵) جو صاحب منی آرڈر ارسال فرمائیں وہ کوپن پر اپنا پتہ ضرور تحریر فرمائیں ورنہ منی آرڈر کے واپس کر دینے پر ادارہ کو معذور فرمائیں۔
- (۶) انوار العلوم میں شائع شدہ مضامین نظم و نشر وغیرہ نقل کئے جاسکتے ہیں بشرطیکہ بعینہ نقل کئے جائیں۔

التماس

اس دینی رسالہ کی توسیع اشاعت میں نہایت اہتمام سے کوشش کی ضرورت ہے۔

ضروری اعلان

کاغذ کی ہوش رہا گرانی کی وجہ سے اس مہینے رسالہ
 بدرجہ "مجبوری اخباری کاغذ پر شائع ہو رہا ہے کیونکہ
 کاغذ کی قیمتیں تقریباً دوگنی ہو گئی ہیں۔ انشاء اللہ اس
 صورت حال کے رفع ہوتے ہی، چکنا کاغذ لکایا جایا
 کرے گا۔ امید ہے کہ ناظرین کرام ادارہ کو "اس
 سلسلہ میں معذور خیال فرمائیں گے۔"



مدیر ماہنامہ "انوار العلوم" جامعہ اشرفیہ

نیشنل گمشدہ - لاہور